شمائلہ دالعباد

مسافت تمام ہوئی

digest library.com

"بابا، خیرو کہاں گیا؟" داؤد احمد نے بکائن کے نیچے پڑی خالی کرسی کو دیکھتے پچھلی سیٹ پر براجمان بیٹے سے پوچھا۔

"کبھی کبھی مسجد میں بھی زیادہ ٹائم لگا دیتے ہیں، میں گیٹ کھولتا ہوں۔"

اے سی کار سے نکل کر جاذب کو یوں لگا جیسے آگ کے بھانبڑ میں آ گیا ہو۔ ہاڑ کی شکر دوپہر اتنی پرتپش و جامد تھی کہ دانہ زمین پر گرتا تو بھن جاتا۔ اسی لو اور تپش کا نتیجہ تھا جو دور دور تک ویرانی تھی چرند پرند وانسان ساری مخلوق اپنے اپنے ٹھکانوں میں گویا قید کاٹ رہی تھی کہ کب دوپہر ڈھلے اور معمولات زندگی شروع کر سکے۔ جاذب نے ریلنگ والے گیٹ کو ہاتھ لگایا تو گیٹ بے آواز کھلتا چلا گیا بابا خیرو ریلنگ اور گیٹ کو ہمیشہ چکنائی لگائے رکھتا تھا تاکہ دھات سے دھات ٹکرانے کی کرخت آواز نہ بن سکے۔ اپنا بیگ کندھے پر ڈالے باپ اور تایا کو گاڑی میں چھوڑ کر جاذب تیز قدموں سے اندرونی دروازہ کھول کر لاؤنج میں داخل ہو گیا۔ گھر حسب معمول باہر کی طرح ویران تھا۔ گزشتہ چار سال سے یہ ویرانی ان باپ بیٹے کا مقدر تھی۔ جاذب نے سر جھٹک کر احساس پیچھے دھکیلا اور اپنے کمرے کے دروازے کے سامنے پہنچ کر ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر دروازہ کھول لیا لیکن اگلے ہی لمحے اسے گھبرا کر پوری قوت سے دروازہ بند کرنا پڑا تھا دروازے اور دہلیز کا تصادم اتنا شدید تھا کہ لاؤنج میں داخل ہوتے داؤد احمد اور سعود احمد کو بھاگ کر اس کے پاس پہنچنا پڑا تھا۔

"کیا ہوا جاذی؟" داؤد حیران ہو کر بیٹے کا چہرہ تک رہے تھے۔

"اندر کیا ہے جاذب بیٹا؟" سعود احمد نے پریشان ہو کر بھتیجے سے استفسار کیا۔ تب تک داؤد اس کا جواب سنے بغیر دروازہ کھول چکے تھے اور پھر انہوں نے بھی بے ساختہ دروازہ بند کر دیا۔

"جلدی باہر نکل عارف۔" اور پھر جوان ملازم عارف اور ہمسائیوں کی ملازمہ شکیلہ آگے پیچھے چلتے کمرے سے باہر نکل آئے۔ ان کی دگرگوں حالت بتا رہی تھی وہ کس گناہ کی کالک منہ پر مل کر باہر نکلے تھے۔ سعود احمد کو بھتیجے اور بھائی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ داؤد کا سیدھا ہاتھ اٹھا اور عارف کے بائیں گال پر کڑاکے سے پڑا تھا۔

"حرام خور، الو کے پٹھے میرا گھر ہے کہ عیاشی کا اڈہ جہاں اے سی چلا کر اخلاق سوز سرگرمیاں شروع کر رکھی ہیں۔"

"صاب جی معافی دے دیں۔" شکیلہ ان کے پیروں میں گر گئی۔

"تم میرے گھر سے دفع ہو جاؤ رذیل عورت، شادی شدہ ہو کر گند کھا رہی ہو۔ اس سے تو میں اچھی طرح نمٹتا ہوں۔" انہوں نے پاؤں کے ہلکے سے ٹھوکے سے شکیلہ کو پیچھے دھکیلا تو وہ بچ بچا کر بھاگ کر وہاں سے نکل گئی۔

تینوں بھوک، تھکن، گرمی ہر احساس بھول کر وہ لاؤنج کے صوفے کی طرف بڑھ گئے۔ عارف داؤد احمد کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

"صاحب جی" پہلی اور آخری غلطی سمجھ کر

Scanned with CamScanner

مکمل ناول

digest library.com

Scanned with CamScanner

digest library.com

معافی دے دیں۔

"کب سے میرے گھر کو کوٹھا بنا رکھا ہے؟"

"صاحب! پہلی دفعہ شکیلہ آئی تھی۔"

داؤد احمد کا دایاں پاؤں حرکت میں آیا ضرب اتنی شدید تھی کہ عارف الٹ کر پیچھے جا گرا۔

"سچ بول الو کے پٹھے۔۔ کورٹ میں سارا سارا دن تیرے جیسے خبیثوں کے منہ دیکھتا ہوں، سچ جھوٹ کی پرکھ ہے مجھے۔"

"تت، تت تیسری بار آئی تھی صاحب!"

"پھر جھوٹ۔" ان کا ہاتھ ایک بار پھر اٹھا

"بابا پلیز۔"

"او کے۔ خیرو بابا کو بلاؤ مجھے پتا تو چلے اس کھیل میں کون کون ملوث ہے۔"

"صاحب اور کوئی نہیں صرف میں ہی ہوں، باقی کسی کو اندازہ نہیں۔"

خیرو بابا دین دار و پرہیز گار بزرگ تھے سالہا سال کا ساتھ تھا چنانچہ گھر اور گھر کے مکینوں سے الفت بھی تھی۔ سارا واقعہ سن کر توبہ توبہ کر کے سر ہی پیٹ بیٹھے۔

پولیس کی دھمکی پر عارف توتے کی طرح بولنے لگا کہ اسے معلوم تھا یہ محض دھمکی نہ تھی پولیس تو داؤد احمد کی جیب میں پڑی رہتی تھی وہ شہر کے معروف قانون داں تھے مذاق تو تھا نہیں۔

"صاحب، جب آپ شہر سے باہر ہوتے ہیں اور جاذب بابا ہوسٹل تو پھر کبھی کبھار شکیلہ کو بلا لیتا ہوں۔ وہ ٹیرس سے کود کر لاؤنج کی سیڑھیوں سے گھر آ جاتی ہے۔ لیکن یقین کریں ایسا صرف اسی گرمیوں میں ہوا ہے۔ دوپہر کو شکیلہ کے صاحب لوگ اسے کوارٹر جانے کی اجازت دے کر اپنے اپنے کمروں میں سو جاتے ہیں تو۔"

"ہم باپ بیٹا بھی گھر نہیں ہوتے تو تم یہ گناہ میرے گھر کی دیواروں پر منڈھ دیتے ہو۔"

بابا خیرو نے ایک بار پھر سے سر پر ہاتھ پھیر کر توبہ تلا کی۔

"صاحب میں اسی لیے کہتا ہوں اس گھر کو بی بی عورت کی ضرورت ہے۔"

"بابا خیرو ٹھیک کہہ رہا ہے داؤد۔ گھر کو مالکن کی ضرورت ہے۔ جس گھر میں گھر والی نہ ہو تو نوکر اس گھر کو کھیل کا میدان بنا لیں یا عیاشی کا اڈہ ان کی مرضی ہوتی ہے۔ مالک تو روزی کی تلاش میں صبح کا نکلا رات گئے گھر لوٹتا ہے، تم باپ بیٹے کا تو رات گئے لوٹنے کا بھی ڈر نہیں۔ جاذب ہوسٹل میں پڑا رہتا ہے تم کام کے سلسلے میں کئی کئی دن دوسرے شہروں میں لگا دیتے ہو تو پیچھے نوکر جو بھی کریں کم ہے....." سعود احمد بولنے پر آئے تو بلند آواز سے بولتے چلے گئے۔ "اب پولیس وولیس چھوڑو اپنی ہی بے عزتی ہے۔ اس کی شکل گم کراؤ ہمیشہ کے لیے۔ چل دفع ہو جا، اس شہر میں بھی نظر آ گئے تو داؤد سے پہلے میں تیری کھال میں بھس بھروا دوں گا، خنزیر نہ ہو تو۔"

"صاحب، میں ابھی شہر چھوڑ دیتا ہوں۔" عارف جان چھٹنے کی راہ دیکھ کر سر پر پیر رکھ کر بھاگا کہ اسے اپنے مالک کی اصول پسندی اور سرد مہر طبیعت کی کوئی بھول نہیں تھی، یہ تو مالک کے بڑے بھائی کی وجہ سے جان چھوٹ رہی تھی۔

"نورین کی روح پر کیا گزرتی ہوگی جس گھر کی در و دیوار میں نماز تلاوت ذکر اذکار کی صدائیں گونجتی تھیں وہاں گناہ کبیرہ ہو رہے ہیں۔" سعود احمد بڑبڑائے۔

مرحومہ نورین داؤد صوم و صلوۃ کی پابند باعمل مسلمان اور اسلامیات کی لیکچرار تھیں۔ سارا خاندان جانتا تھا۔

"داؤد، مرد دفتر اور سرائے بناتے ہیں عورت گھر بناتی ہے، جس گھر میں عورت نہ ہو وہ گھر نہیں ہو سکتا، سرائے ہی بنا رہتا ہے۔ اس لیے ساری بحثیں دلیلیں چھوڑو ابھی کہ ابھی مجھے بتاؤ تم باپ بیٹے میں سے کون شادی کر کے گھر والی لا رہا ہے؟"

جاذب ابھی پہلے جھٹکے سے نہیں سنبھلا تھا کہ تایا

Scanned with CamScanner

digest library.com

نے کھڑی ہتھیلی کا وار سیدھا دماغ پر کیا تھا۔

"تایا ابو، یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

ٹھیک کہہ رہا ہوں بیٹا، تیرا باپ تو مانے گا نہیں، اس کے انکار کا نتیجہ تو تم نے آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اس لیے تمہاری شادی کروا دیتے ہیں سارے مسئلے ختم، انشاء اللہ خیر صلا۔"

بھائی جان، کیسی باتیں کر رہے ہیں پچھلے ہفتے سترہ کا ہوا ہے جاذب، ابھی تو بچہ ہے۔"

"وہ بچہ ہے تم بوڑھے ہو چلو کرتے رہو مرضی، نوکر اس گھر کو حرم سرا بنا دیے رکھیں کیا فرق پڑتا ہے۔" سعود احمد کے لہجے میں تلخی سے بھی آگے کی آگ تھی۔

"صاحب، آپ خود شادی کریں، کڑیل جوان ہیں، صاحب جائیداد ہیں، برسر روزگار ہیں اور ضرورت مند بھی اس لیے ہماری درخواست کو کم سے کم آپ ہی سمجھیں۔" تیرو بابا نے نمناک لہجے میں ہاتھ جوڑ ڈالے۔ لوہا اتنا شدید گرم تھا کہ سعود احمد اور تیرو بابا کی زوردار چوٹ برداشت ہی نہ کر پایا اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔

"واہ دے، جاذب ابھی بچہ ہے، اس پر بوجھ ڈالنا ظلم ہے پھر جسے بیاہ کر لائیں گے وہ خود بھی بچی ہو گی۔ تمہیں، جاذب کو اور اس گھر کو گھر والی کی ضرورت ہے نو عمر بچی کی نہیں۔" سعود احمد کے لہجے میں چھوٹے بھائی اور اس کے گھر کے لیے محبت، حلاوت اور فکر سب موجود تھی۔

"تایا ابو ٹھیک کہہ رہے ہیں بابا۔" جاذب کے لہجے میں صدیوں کی تھکن کے ساتھ باپ کا حوصلہ بڑھاتی ڈھارس بھی تھی۔

"پٹواری مشتاق احمد کی ہمشیرہ ہے ڈاکٹر نسرین فاطمہ۔ اسی شہر میں کلینک بھی چلا رہی ہیں ان کا رشتہ موجود ہے۔ مشتاق نے مجھے خود اپنے منہ سے کہا ہے۔ پڑھائی نوکری پھر اسپیشلائزیشن کے چکر میں پڑ کر پہلے شادی نہیں کی اب کوئی پینتالیس چھیالیس کے سن میں ہوں گی، اب کرنا چاہتی ہیں۔ کہو تو میں آج شام ہی چکر لگا لیتا ہوں۔"

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتے سعود احمد کا فون بجنے لگا۔

"آصفہ کی کال ہے۔" ساتھ ہی انہوں نے عادتاً فون اسپیکر پر ڈال لیا۔

☆☆☆

اس نے چارپائی پر نڈھال لیٹی بچی کو پریشانی سے دیکھا اور اپنا گھسے بٹنوں والا موبائل اٹھا لیا۔ نمبر ملانے سے پہلے وہ کمرے کی دروازے میں آ کر ذرا سا سر باہر نکالا۔ ہر طرف ہُو کا عالم تھا دوپہر ایسے تنی ہوئی تھی جیسے سورج کبھی نہ ڈھلے گا۔ پرائیویسی کا یقین پختہ ہو جانے کے بعد اس نے کال ملالی۔

"بھائی جان۔ میں آصفہ بات کر رہی ہوں۔"

"ہاں ہاں آصفہ، خیر ہے؟"

"بھائی جان، آپ کال کر لیں میرے پاس بیلنس کم ہے۔" شرمندگی نے اسے نچوڑ ڈالا پر کیا کرتی لخت جگر کا معاملہ تھا۔ اگلے چند منٹوں بعد اسے سعود احمد کی کال آ گئی۔

urdunovels.com

"ہاں اب بتاؤ آصفہ، کیا بات ہے پریشان لگ رہی ہو۔"

"بھائی جان، فری کی طبیعت بہت خراب ہے۔ دس بجے اسکول سے گھر آ گئی تھی شدید بخار ساتھ الٹیاں، یوں لگ رہا ہے بچی کی جان ہی چلی جائے گی......" اس بار وہ خود پر قابو نہ رکھ سکی اور رو ہی دی۔ "قصبے والا ڈاکٹر آج آیا نہیں۔ قیوم بھائی پتا نہیں کدھر گئے ہیں، ستار بھائی کہہ رہے ہیں کچھ نہیں ہوتا شام کو ڈاکٹر کو دکھا لیتا۔ میں نے کہا تھا شہر لے چلو، کہتے ہیں اس وقت شہر میں بھی کوئی ڈاکٹر نہیں بیٹھا ہوتا شام کو ملیں گے۔"

لو جی سو ڈاکٹر بیٹھے ہوئے ہیں جس مرضی وقت دکھا لو، یہ تیرا کام کرنے کو ویسے ہی راضی نہیں ہیں۔"

آصفہ کو یوں لگا جیسے سعود کھانا بھی کھا رہے ہوں لیکن اسے اپنی بات کی جلدی تھی اس لیے یہ نہ کہہ سکی کہ پہلے کھانا کھا لیں پھر بات کر لیں گے۔

Scanned with CamScanner

digest library.com

"شاہدہ بھابھی سے پتا چلا آپ شہر گئے ہیں۔ میں نے کہنا تھا آپ فری کی حقیقت بتا کر دوا لیتے آئیں ورنہ جا کر میری ڈاکٹر سے بات کروا دیں۔ میں سب بتا دوں گی تو ڈاکٹر میڈیسن لکھ دے گا۔ آپ لیتے آنا۔" ضبط کے کڑے پہرے کے باوجود لہجہ پھر سے بھیگ گیا۔

"حوصلہ کر پاگلے، کچھ نہیں ہوتا۔ بچے بیمار شیمار ہوتے رہتے ہیں، فری ٹھیک ہو جائے گی۔"

"مجھے تو لگ رہا پانی کی کمی ہو گئی ہے۔ آنکھیں کھنچی ہوئی ہیں۔ ڈرپ لگانے کی ضرورت ہے پر میری سنتا کون ہے۔ شام ابھی بہت دور ہے بھائی جان، آپ جلدی کسی ڈاکٹر کے یہاں چلے جائیں۔"

"ہاں میں کھانا کھا کر نکلتا ہوں۔ تم تب تک گھریلو ٹوٹکے شوٹکے بھی کرتی رہو۔"

"وہ تو کر ہی رہی ہوں ......وہ...... بھائی جان، آپ خود میڈیسن دینے نہ آئیے گا پھر الگ فساد کھڑا ہو جائے گا میں لینے آ جاؤں گی۔"

"چلو ٹھیک ہے۔"

بھائی جان، بھول نہ جایے گا۔"

"نہیں بھولتا، اللہ حافظ۔"

"آئی ایم ساری بیٹا......" اس نے پیشانی بیٹی کی پیشانی سے ٹکا دی۔

"یہ بھی کوئی زندگی ہے نری شرمندگی ہے۔"

☆☆☆

"یہ کیا سین ہے بھائی جان؟" داؤد نیپکن سے منہ صاف کر کے حیرت سے پوچھ رہے تھے۔ آصفہ کی کال ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہوئی کچھ دیر پہلے ہونے والے واقعے کا کچھ بوجھ ان تینوں کے کندھوں سے نیچے کھسک گیا۔ اگر سعود احمد عادتاً اور ابھی ضرورتاً فون کا لاؤڈ اسپیکر آن کر کے کھانا کھاتے ہوئے کال نہ کرتے تو بات وہیں کی وہیں رہ جاتی۔

"وہی پرانا ہی سین ہے۔ قیوم اور ستار کی اونچی ناک ہر وقت شریکا نبھانے پر تنی رہتی ہے۔ یہ بے چاری ان کی بیویوں کی بھی غلامی کر رہی ہے، بچوں کی بھی اور ان دونوں کے مزاج سیدھے کرنے میں بھی لگی رہتی ہے۔ قسمت کی بات ہے چچا کی کیسی لاڈلی ہوتی تھی آصفہ، اب زندگی سے بیزار ہوئی بیٹھی ہے۔" سعود نے آہ بھری۔

"مجھے کچھ کچھ یاد ہے۔ نورین بتایا تو کرتی تھی کہ آصفہ کے ساتھ بھاوجیں اور بھائی اچھا سلوک نہیں کرتے۔"

"نورین نے تو تمہیں تب بتایا ہوگا جب وہ زندہ تھی۔ اب تو حالات پہلے سے بھی برے ہیں۔" انہوں نے پلیٹ میں مزید سالن ڈالا۔ "شاہدہ نے گھسے ہوئے سوٹ دیکھ کر آصفہ اور اس کی بچی کو عید کے بہانے کپڑے خرید دیے جس پر ستار اور اس کی بیوی ہمارے گھر آ کر کپڑے واپس کر کے گئے ساتھ ہی شاہدہ سے اچھی خاصی منہ ماری کی کہ تم نے شریکے کی وجہ سے ہماری بے عزتی کی ہے۔ ہمیں در پردہ طعنہ مارا ہے کہ ہم اپنی مطلقہ بہن اور بھانجی سے اچھا سلوک نہیں کر رہے۔"

داؤد احمد مزید حیران ہوئے۔ "حیرت ہے بات یہاں تک پہنچ چکی ہے۔"

"اس سے زیادہ تک پہنچ گئی ہے قیوم نے بھی مجھے دبے دبے لفظوں میں منع کیا تھا کہ آصفہ کے لیے کچھ نہ بھیجا کریں ورنہ انہیں محسوس ہوتا ہے اور یہ کہ آصفہ جان بوجھ کر غلط بیانیاں کر کے رشتے داروں میں ان کی ناک کٹواتی ہے۔ آصفہ کی انہی عادتوں کی وجہ سے تو طلاق ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ۔ وہ تو کسی کو ایک لفظ بھی نہیں کہتی اپنا اور ان کا بھرم ہی رکھتی ہے۔ کبھی بہت مجبور ہو تو مجھے ہی کچھ کہہ سن لیتی ہے۔ اس مظلوم کی آہ لگے گی انہیں، میں نے قیوم کی اس دن بھی طبیعت صاف کی تھی، اسے یاد کرایا تھا ہمارے ابا جان آصفہ سے کس قدر پیار کرتے تھے اس کا تو سارا بچپن ہمارے ابا کی گود میں گزرا ہے جب تک زندہ رہے اس کے سسرال خود جا کر عید دے کر آتے رہے۔ ہمارے لیے تیسری بہن تھی

Scanned with CamScanner

digest library.com

،اب وہ بے چاری ہمارے گھر کا دیا کپڑا پہن لے تو تمہیں بے عزتی لگتی ہے۔ چپ رہا آگے سے کوئی جواب نہیں دیا۔"

"بھائی جان، اگر میں آصفہ سے نکاح کرلوں ......"

داؤد احمد بنا نظر ملائے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے بات کر گئے۔ جاذب اور سعود احمد دونوں ہی چونک کر سیدھے ہوئے تھے۔

"تم آصفہ سے شادی کا کہہ رہے ہو؟" سعود جھٹکے سے سنبھل کر اب حیرت سے پوچھ رہے تھے۔

"ہاں، یہی کہہ رہا ہوں ......" انہوں نے نظریں ملا کر بات کی لیکن بیٹے کی طرف دانستہ دیکھنے سے گریز کیا۔ "آپ کہہ رہے ہیں وہ مجبور بھی ہے مظلوم بھی تو اس کی اور اس کی بچی کی مدد ہو جائے گی اور اس گھر کو عورت بھی مل جائے گی۔"

"پاپا، میں گیسٹ روم میں جا رہا ہوں۔"

جاذب سے ہی وہ جھجک رہے تھے اس نے بھی ہاں میں ہاں ملانے کے بجائے فرار ہونا چاہا تو وہ بھی ہی گئے۔

"اتنی اہم بات ہو رہی ہے۔ ہم دونوں کی آئندہ زندگی کا فیصلہ ہو رہا ہے تم یہاں سے دفع ہوتا چاہ رہے ہو؟"

"داؤد، اپنی فرسٹریشن بچے پر نہ نکالو۔"

سعود نے سنجیدگی سے چھوٹے بھائی کو ٹوک دیا تو وہ بھی گہری سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کے لیے لاؤنج کے چلر کا ریموٹ اٹھا کر اسپیڈ بڑھانے لگے۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ، خیرو بابا سے کہنا چائے بھی بنا دے اور تمہارے بیڈ روم کی صفائی بھی کر دے۔ عارف تو دفع ہو گیا ہے فی الحال خیرو بابا سے ہی کام چلانا پڑے گا۔"

جاذب سر ہلا کر اٹھ گیا تو سعود احمد نے دوبارہ بات شروع کی تھی۔

"میں آصفہ کو تمہارے لیے مناسب نہیں سمجھتا وہ ایف اے پاس گھریلو عورت ہے، جیسا تمہارا سرکل ہے کوئی پڑھی لکھی جاب۔ برسرِ روزگار زمانہ شناس میچور عورت ہی سوٹ کرے گی۔ میرا ووٹ ڈاکٹر کی طرف ہی ہے۔ ڈاکٹر نہیں تو شاہدہ کی لیکچرار کزن بھی ہے حال ہی میں بیوہ ہوئی ہے ملنے کو تو تمہیں کنواری لڑکی کا رشتہ بھی مل جائے گا۔" سعود احمد نے اپنے اونچے لمبے، فٹ فاٹ کسرتی جسم والے شاندار بھائی کو محبت سے دیکھا جو پچاس کے ہو کر بھی چالیس کے لگتے تھے۔

"بھائی جان! یہ کڑوا گھونٹ تو گھر کے لیے بھرتا ہے ورنہ وومن کی تو گنجائش ہی نہیں نکلتی وہ بھی اپنی جاب پر جائے گی، میں بھی۔ پیچھے گھر پھر اکیلا! کوئی جو مرضی کرتا رہے چاہے تو آج والا کھیل ہی شروع کر لے۔" آج کے واقعے نے انہیں اندر سے توڑا تھا، صحیح معنوں میں ٹوٹ پھوٹ ہوئی تھی۔ یہ ڑوہ دیر تک ان کے ساتھ چلنے والا تھا خاص کر عزت کے ڈر سے عارف کو بتائے بنا اولے چھوڑتا ان کے ضمیر پر مزید بھاری بوجھ ڈال گیا تھا۔

"داؤد، میں تمہارے جتنا پڑھا لکھا تو نہیں ہوں پر اتنا تو سمجھتا ہوں کہ شادی صرف گھر کے لیے نہیں کی جاتی اپنے لیے بھی کی جاتی ہے۔ مان لیا نورین کا صدمہ گہرا ہے مگر مرے ہوئے کے ساتھ مرا تو نہیں جاتا۔ تم ہر لحاظ سے سیٹل ہو تو پھر دوبارہ خانگی زندگی شروع کرنے میں مسئلہ کیا ہے؟ تمہارے جیسے تو ابھی بچے پیدا کر رہے ہیں۔ ہم سب تو یہ چاہتے ہیں تم شادی کرو، شادی شدہ زندگی کا لطف اٹھاؤ، تمہارے مزید بال بچے ہوں تم ہو کہ سادھو سنت بنے پھرتے ہو۔ یاد ہے اماں جی کو کتنی چاہ تھی جاذب کے اور بہن بھائی بھی ہوں پھر اللہ کی رضا سمجھ کر ٹھنڈی آہیں بھرا کرتی تھیں۔ اب زندگی خود اس موڑ پر لائی ہے تو اپنی ہم پلہ عورت کا انتخاب کرو، نارمل انسانوں والی زندگی جیو۔ جاذب کے اور بہن بھائی ہوں یا کوئی طبی مسئلہ ہے؟"

بھائی جان! آپ بھی اخیر ہی کر دیتے ہیں۔

"داؤد بے بسی سے بولے کہ بڑے بھائی نے دائرہ ہی بڑا سخت کھینچ دیا تھا۔

"نہیں یار، کوئی مسئلہ ہے تو ڈاکٹر سے مل لیتے ہیں ہر مرض کی دوا ہے بلکہ میرے جاننے والے حکیم ہیں جدی پشتی مطب ہے۔"

"خدا دا واسطہ بھائی جان، کیہڑے پاسے ٹر پے او۔ سب ٹھیک ہے میں ویسے ہی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا بلکہ سچ بتاؤں تو مجھے جاذب کی وجہ سے شادی کرنا اچھا نہیں لگتا، وہ کیا سوچے گا۔"

"کیا سوچے گا کا کیا مطلب؟ مرد بچہ ہے مردوں کے مسائل خود سمجھ لے گا۔ گھر میں گھر والی کا ہونا کتنا ضروری ہے یہ بات تو آج ہی سمجھ گیا ہوگا بلکہ سمجھ گیا ہے، باقی کے سارے خدشے تیرے اپنے ہیں۔ زیادہ پڑھے لکھے لوگوں کے یہی مسئلے ہیں۔ بیٹا کیا سوچے گا؟ بیٹی کیا سوچے گی؟ تیری جگہ کوئی عام آدمی ہوتا اب تک دو نکاح اور کرچکا ہوتا۔" مسعود احمد ذرا جھلا کر بولے تو داؤد احمد مزید پسپا ہوگئے۔

"اب تو میں چاہتا ہوں جلد از جلد نکاح کرکے کسی کو گھر میں لاؤں تاکہ مجھے کچھ تو ذہنی سکون ہو۔ آپ کو کیا لگتا ہے آصفہ مان جائے گی؟ نورین نے ایک بار بتایا تھا آصفہ دوبارہ شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

"اب حالات ویسے نہیں ہیں اس بات کو کئی سال ہوگئے ہیں۔ آصفہ ان حالات میں فوراً مان جائے گی خاص کر میری اور ہمارے گھر کی وجہ سے۔ دوسری اہم بات یہ ہے تب جو ایک دو رشتے آئے تھے وہ بچی ساتھ نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ آصفہ اپنی بیٹی قیوم لوگوں کے رحم وکرم پر چھوڑنا نہیں چاہتی تھی اس لیے دوسرے نکاح سے بیزار تھی۔ مجھے اصل ٹینشن قیوم اور ستار کی ہے ان کی بیویوں کو مفت کی ملازمہ ملی ہوئی ہے، وہ ان کو پھسلا ہی نہ دیں۔ خیر میں سب سیٹ کرلوں گا جب تم نے ذہن بنا ہی لیا ہے تو میں سب تمہارے مطابق کرکے ہی دم لوں گا......" ان کے لہجے میں عزم تھا۔

"ویسے آصفہ نیک روح ہے تم نے اس کا اور اس کی بچی کا بھلا سوچا ہے اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا۔ کسی کا دکھ درد دور کرنا عین عبادت ہے یہ بے لوث عبادت ہر کسی سے کہاں ہوتی ہے۔"

"آپ رات رکیں گے؟"

"نہیں، نہیں۔ میں چائے پی کر نکلتا ہوں ڈاکٹر سے بھی ملنا ہے اور پھر مجھے قیوم سے ملنے کی بھی جلدی ہے۔ قیوم کو کال نہ کرکے دیکھوں؟" انہیں ایک دم نئی سوجھ گئی۔

"مرضی ہے آپ کی۔" اگلے ہی لمحے مسعود صاحب قیوم کو کال ملا چکے تھے۔

"شہر آئے ہو۔ تو جی میں بھی شہر ہی آیا ہوا ہوں۔ تم ایسا کرو ذرا ایڈووکیٹ صاحب کے گھر تو تشریف لے آؤ۔ ہاں مسئلہ ہی ہے بلکہ ایک شرم ناک، سارو لا بنا ہوا ہے۔ آؤ گے تو اس پر بات کرتے ہیں۔ میرے پاس گاڑی بھی نہیں ہے واپسی پر اکٹھے گھر بھی چلے جائیں گے۔ ہاں ہاں آجاؤ ہم انتظار کررہے ہیں۔"

"آپ، عارف والا معاملہ قیوم کو بتانے کا سوچ رہے ہیں۔"

"بالکل، میں یہی بتانے والا ہوں، آصفہ کے رشتے کے لیے معاملے کی بنیاد بننے والا۔ سچ بتانے میں کوئی حرج نہیں، وہ ہمارا بھی چچا زاد ہے۔"

"جیسے آپ مناسب سمجھیں۔" داؤد احمد نے اپنے تنے ہوئے اعصاب کو ڈھیلا چھوڑ دیا کہ بھائی کی فراست و معاملہ فہمی پر انہیں کبھی شک نہیں گزرا تھا۔

☆☆☆

"میں تو اپنے پٹواری مشتاق کے کہنے پر آیا تھا اس کی ہمشیرہ ادھر ہی شہر میں کلینک کرتی ہے۔ سرکاری نوکری بھی ہے اس کا رشتہ وہ داؤد سے کرنا چاہ رہے ہیں۔ شاہدہ کی پھوپھی کی بیٹی لیکچرار ہے، انہوں نے بھی پیغام بھیجا ہے داؤد کے لیے تو میں نے سوچا تھا داؤد سے بات کرکے ان دونوں میں سے کوئی رشتہ فائنل کرتے ہیں پر آگے اس کا نوکر منہ کالا

Scanned with CamScanner

کیے بیٹھا تھا، قصہ کہانی ہی بدل گئے ہیں۔ اب داؤد کہہ رہا ہے نوکری پیشہ عورت سے شادی نہیں کرنی کوئی گھریلو عورت ڈھونڈیں جو گھر رہ کر گھر کے تقدس کا خیال رکھے، گھر کو گھر سمجھے۔ نوکری پیشہ بھی گھر سے باہر جائے گی گھر پھر اکیلا تو آج جیسی واردات دوبارہ ہی نہ ہونے لگے، بڑا ڈر گیا ہے۔ گھریلو سن کر مجھے اپنی آصفہ کا خیال آ گیا۔ اس سے اچھی کون ہو سکتی ہے۔ داؤد نے تو سب مجھ پر ڈال دیا ہے آج کا واقعہ ہی اس کا دماغ ہلا گیا ہے ورکنگ لیڈی سے گریز سمجھ میں آنے والی بات ہے۔"

قیوم ساری تفصیل و تمہید سن کر پہلے حیران اور اب مدعا سمجھ کر سنجیدہ ترین ہو گیا۔ اس نے بے ساختہ اپنے سامنے بیٹھے داؤد کو دیکھا بارعب، ذہین آنکھیں بے حد سنجیدہ تھیں۔ قیوم لحہ بھر سے زیادہ ان کی آنکھوں میں نہ دیکھ سکا۔ حالانکہ وہ دونوں ہم عمر تھے، بچپن جوانی بھی تقریباً اکٹھے گزرا تھا لیکن داؤد کی شخصیت ایسے ڈھب میں ڈھل گئی تھی کہ دیکھنے کے لیے مضبوط دل گردہ درکار تھا۔

"میرا اپنا دوبارہ سے نکاح کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ سوچا تھا چند سال ہیں جاذب کی شادی کر دوں گا۔ لیکن یہ چند سال گزرنے ہی مشکل ہو گئے ہیں۔ چار دیواری کا تقدس ہی پامال کر دیا خبیث نے۔ اوپر سے جاذب نے جو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، مجھے اس سے نظریں ملاتے شرم آتی ہے۔"

"جو ہونا تھا ہو گیا مسائل کا حل نکالا جاتا ہے جو میں نے خاندان کا بڑا ہونے کے ناتے یہی نکالا ہے کہ داؤد اور آصفہ کا نکاح کر دیتے ہیں۔ داؤد کے گھر کو بھی عورت کی ضرورت ہے اور آصفہ کے سامنے بھی زندگی کا طویل سفر ہے۔ کوئی غیر ہوتا ہم سو بار سوچتے یہ تو گھر کی بات ہے۔ اباجی کے بعد اباجی کی پگڑی میرے سر پر ہے۔ میں خاندان کا نامزد سربراہ ہوں، بھلے ہم سب اپنا اپنا کھاتے کماتے ہیں، اپنے اپنے گھروں میں مکین ہیں لیکن خون تو ایک ہے۔ ہے اسی ایک خون کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے میں یہ رشتہ طے کر رہا ہوں۔ مجھے اس میں آصفہ کی بچی کا بھی تحفظ نظر آ رہا ہے اس گھر کا بھی اور آصفہ کا بھی۔"

"لیکن بھائی جان۔"

"لیکن کو چھوڑو قیوم۔" میں تمہارے ساتھ پہلے تمہارے ہی گھر جاؤں گا۔ تم اپنے گھر کے سربراہ کی حیثیت سے مجھے زبان دو باقی سب میں خود دیکھ لوں گا۔"

"آصفہ مان جائے گی؟"

"آصفہ کا معاملہ تم مجھ پر چھوڑ دو، اپنی اور ستار کی ذمہ داری لو بس۔"

"ٹھیک ہے بھائی جان، پھر جیسے آپ نے فیصلہ کر لیا ہے ویسے ہی کر دیتے ہیں۔"

ٹھیک ہے داؤد، ہم نکلتے ہیں۔ اللہ اس رشتے کو ہمارے خاندان کے حق میں مبارک ثابت کرے۔"

"وہ جو بولتے تھے تو مقدمات کے پانسے پلٹ جاتے تھے اب بڑا سوچ سمجھ کر بھی کوئی لفظ نہ پکڑ پائے تو بس سر ہلا دیا۔ البتہ دل ہی دل میں بڑے بھائی کی فراست کو داد ضرور دی تھی جنہوں نے اس کی تجویز کو بھی اپنا فیصلہ بنا کر پیش کیا تھا تاکہ قیوم برا محسوس نہ کر جائے۔ بات بھی ایسے ڈھب سے کی تھی کہ تینوں پارٹیز کا بھرم اور عزت نفس مکمل محفوظ رہے تھے اور فیصلہ بھی وہی ہوا تھا جس کا انہیں اچانک خیال آیا تھا۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اللہ بڑا مہربان ہے۔ وہ سب جانتا ہے جو ہوا اس میں تمہارا کوئی دوش نہیں پھر بھی اپنے اطمینان کے لیے خیر خیرات کر دو۔ کسی قریبی مدرسے میں صدقات و عطیات بھی دے آؤ۔"

"جی بھائی جان، ایسا ہی کروں گا۔"

"ہم جا کر بات کر کے اگلی صورت حال بتائیں گے۔" انہوں نے ایک بار پھر سر ہلا دیا۔

وہ لوگ رخصت ہو گئے وہ خود وہیں صوفے پر ٹانگیں سیدھی کر کے نیم دراز ہو گئے۔ دماغ پر

Scanned with CamScanner

چاروں طرف پہرے لگا کر آنکھیں موند کر خود کو سونے کی ہدایت جاری کی جسمانی ڈیفنس سسٹم نے آج کی توڑ پھوڑ پس پشت ڈال کر ان کی ہدایت پر عمل کیا تھا۔ مسلسل بجتے فون نے ان کو بیدار کیا تھا۔ تھکے تھکے انداز میں پیر کارپٹ پر رکھ کر انہوں نے ٹیبل سے فون اٹھالیا۔

''جی بھائی جان......''

''داؤد، سب طے ہوگیا۔ اب تم بتاؤ نکاح کے لیے کون سی تاریخ رکھیں؟'' مسعود احمد کی آواز نہایت پرجوش تھی۔

''اسی جمعے کی شام کو نکاح کر لیتے ہیں۔''

''جمعے میں تو صرف چار دن ہیں، یہ لوگ نہیں مانیں گے۔'' پیچھے سے آتی آوازوں سے انہیں اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ قیوم کے گھر ہی بیٹھے تھے۔

''تو آپ کس لیے بیٹھے ہیں۔ منا ئیں نا۔''

''یار، منا ہی تو رہا ہوں ابھی تک گھر نہیں گیا یہی سوچا تھا سارا معاملہ طے کر کے ہی گھر جاؤں گا۔''

''پھر کون سا لنڈی کوتل ہے۔ دیوار کے ساتھ دیوار جڑی ہے اس لیے پروگرام سیٹ کر کے ہی اٹھیے گا۔''

''سو تیاری کرنی ہوگی اتنی جلدی نہ مچاؤ۔''

اس عمر میں شادی کی کون سی تیاریاں ہوتی ہیں؟ سادگی سے نکاح کرنا ہے۔ چار چھ برادری کے مشترکہ لوگ ہوں گے میں یہاں سے اکیلا آجاؤں گا۔ نکاح کر لیں گے۔''

''نا تم جرم کر رہے ہو جو اکیلے آؤ گے۔ دو چار قریبی ملنے والوں کو مدعو کرو، بھلے سادگی سے سب کرنا ہے پر جاننے والوں کو بتانا چاہیے کہ گھر آباد کر رہے ہو۔''

''وہ بعد کی بات ہے پہلے ان سب کو تو قائل کریں۔ کون سا جہیز و بری بنانی ہے جو جمعے کو نکاح نہیں ہو سکتا۔ جو ہے جیسی ہے ویسے ہی ادھر آ جائے۔ یہاں آ کر اپنی پسند سے شاپنگ کر لے گی۔ ان سے کہیے اب سے آصفہ پر دھیلا بھی خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے تو خود ہی جمعے کے دن کے لیے مان جائیں گے۔''

''چلو ٹھیک ہے میں بات کرتا ہوں۔''

اور جمعے کی شام کو نکاح طے ہو گیا۔

''جاذب کو ابھی بتاؤں یا۔ ابھی نہیں۔ ٹیکسٹ کر دوں گا۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ کال ٹھیک رہے گی۔''

وہ سامنے نظر آتے گیسٹ روم کے دروازے کو تکتے خود سے مصروف جنگ تھے۔

☆☆☆

''مما، آپ لوگ آصفہ آنٹی کے لیے یہ سوٹ لے کر آئے ہیں، اتنے گندے کلر اور اتنی چیپ کڑھائی۔ کیا دیکھ کر خریدے ہیں؟'' منال کا صدمے سے برا حال تھا۔

''ان سوٹوں کو کیا ہے؟ اترن پہنتی ہے آصفہ، یہ تو پھر نئے نکور سوٹ ہیں۔''

''تو اور کیا..... مصباح بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے'' شاہدہ نے تندی کی ہاں میں ہاں ملا کر اس کو بیٹی کے سامنے سپورٹ کیا۔

''اترن وہ اپنے گھر میں پہنتی ہیں اور مجبوری میں پہن لیتی ہیں۔ اب وہ ماموں کی وائف بننے جا رہی ہیں، آپ لوگ ماموں کا اسٹیٹس تو دیکھ لیتیں۔ جب ماموں سے شاپنگ کے لیے پیسے منگوا ہی لیے تھے تو برینڈ پر چلی جاتیں بھلے برینڈڈ سوٹ لے آتیں، مہنگے والے لینی نہ خریدتیں۔''

''منال، تو ہماری ماں نہ بن۔ چپ کر کے اپنے کام سے کام رکھ۔ ہمارے جلے ہوئے کلیجے کو مزید ساڑنے کی ضرورت نہیں...... سمجھ آئی۔''

''اتنی گرمی میں ایسا گندا موٹا اسٹف اور اس پر اتنی فضول ہیوی کڑھائی آصفہ آنٹی کیسے پہنیں گی؟ مجھے کل کا سوچ سوچ کر شرم آ رہی ہے......''

''یہ دیکھ منال، میرے جڑے ہاتھ دیکھ۔ اپنی تقریر بند کر کے ہماری شرم کا سوچ جو آصفہ کو داؤد کی بیوی کہتے ہمیں آئے گی...... مجھے بتاؤ آصفہ اور

digest library.com

تمہارے داؤد ماموں کا کوئی جوڑ ہے؟ سارے شریکے میں ناک کٹا دی داؤد نے...... رشتوں کی کوئی کمی تھی بھلا جو اس بی بی کی مریضہ جیسی چوہی سے داؤد نے نکاح کا فیصلہ کیا ہے...... چار سال ہو گئے روتے پیٹتے دوسری شادی کرلو......! دوسری شادی کر لو نہ مانا۔ تو کرم بخت کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا تو آصفہ کا نام لے دیا۔"

"مما، یہ ماموں کی پرسنل چوائس ہے۔ کل تک تو آپ، خالہ اور بڑی ممانی کو بھی آصفہ آنٹی سے ہمدردی تھی جیسے ہی ماموں نے ان کا انتخاب کیا آپ لوگوں نے سارے زمانے کے فالٹ آنٹی میں نکال دیے ہیں۔ حالانکہ کتنی خوشی کی بات ہے ماموں پھر سے شادی کر رہے ہیں، یہی تو ہم سب چاہتے تھے۔"

"اور کیا مناہل آپی، میں سمجھی تھی ہم ڈھولک بجائیں گے، ڈانس کریں گے۔ اتنا مزا آئے گا چاچو کی شادی ہے۔ پر مما، پھوپھو سب اتنی روڈ ہو گئی ہیں۔ میں نے ذرا سے پوچھا تک نہیں۔ اب تو آپ کی شادی پر ڈانس کروں گی۔" بارہ سالہ [illegible] جگہ بھری بیٹھی تھی۔

شاہدہ کا دل کیا اپنی سب سے چھوٹی اور لاڈلی کے تو رکھ کے دو لگا ہی دے۔ نند کی مناہل پر تو زور نہیں چل سکتا تھا......

"ڈاکٹر، لیکچرار، کنواری لڑکی تک کے رشتے موجود تھے۔ داؤد نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بس فیصلہ کر لیا...... چلو کوئی ڈاکٹر بھاوج ہوتی ہمیں بھی پتا ہوتا۔ ہمارے بیچ (batch) میں بھی خاندان میں ڈاکٹر موجود ہے۔ نئی نسل سے بچے ڈاکٹر بن رہے تھے آگے تم لوگوں کے سسرال میں بھی اچھا امپریشن پڑتا۔" نادیہ نے مناہل کو اپنے تئیں سمجھاتے ہوئے بیزاری سے سامنے پڑا گہرا نیلا بے کار کڑھائی والا سوٹ سائیڈ پر کیا۔

"خالہ، آپ اور مما پتا نہیں کیا کیا سوچ رہی ہیں؟ میرے سسرال والے میرے ماموں کے بارے میں نہیں سوچتے۔"

مناہل اب تو باقاعدہ برا منا کر ماں اور خالہ کے پاس سے اٹھ گئی۔ گرمی نکلنے کے فوراً بعد اس کی شادی تھی۔ سارا خاندان اس شادی کا منتظر تھا کہ طویل عرصے بعد فیملی میں شادی طے پائی تھی لیکن اب اس کی شادی سے پہلے داؤد احمد کی شادی بیچ میں آ گئی تھی۔ سادگی سے نکاح کے باوجود مسعود احمد کے گھر سب بہن بھائی اکٹھے ہو گئے تھے۔ یہ الگ بات تھی کہ داؤد کو خبر ہی نہ تھی تقریب کا سماں بنا ہوا ہے۔

☆☆☆

رات بھی ان کی بے آرام گزری تھی۔ کبھی نیند آجاتی تو کبھی کوئی بھیانک خیال نیند توڑ دیتا۔ یہی وجہ تھی کہ اذان کے ساتھ اٹھ کر انہوں نے معمولات زندگی شروع کر دیے تھے۔ نماز کے بعد وہ جو ٹریڈمل پر چڑھے تو بھاگ بھاگ کر ٹانگیں شل کر لیں، اتنی ایکسرسائز کی کہ خود کو توڑ موڑ کر رکھ لیا اور پھر نڈھال ہو کر بستر پر گر گئے۔ خیرو بابا نے دستک دے کر سر دروازے کے اندر داخل کیا تھا۔

"صاحب جی، ناشتا پھر سے ٹھنڈا ہو جائے گا اور سنیارا (سنار) زیور دینے بھی آیا ہوا ہے۔"

"یار، اٹھنے کو دل نہیں کر رہا۔" انہوں نے تکیہ موڑ کر دہرا کر کے گردن کے نیچے رکھا تو بابا خیرو اندر آ گیا۔

"صاحب جی، اللہ پر بھروسا کریں یہ بیگم صاحبہ بھی بہت اچھی نکلیں گی۔ میں یہ نہیں کہتا آپ نورین بی بی کو بھول جائیں گے۔ اٹھارہ بیس سال کے ساتھ کو بھولنا آسان نہیں ہوتا لیکن میں دعا کرتا ہوں آپ اس بیگم صاحبہ کے ساتھ بھی اتنی ہی خوشگوار زندگی گزاریں۔"

"شکریہ خیرو بابا۔" وہ بالآخر بستر چھوڑنے پر آمادہ ہو ہی گئے۔ نماز جمعہ کے بعد روانہ ہونا تھا، ڈیڑھ پونے دو گھنٹے کا شہر سے قصبے تک کا فاصلہ تھا۔ بالوں میں کنگھی کر کے وہ باہر نکل آئے۔ لاؤنج میں بیٹھے معروف جیولر کے ملازم نے کھڑے ہو کر ان کو

Scanned with CamScanner

سلام کیا۔

"سر، چیک کر لیجیے تا کہ میں باس کو رپورٹ دے سکوں۔"

ملازم نے شنیل کا کلیجی رنگ کا ڈبا کھول کر ان کے سامنے کیا۔ سونے کے نفیس ڈیزائن کی مالا، بندے اور انگوٹھی دمک رہی تھی۔ اس کے بعد اس نے ویسا ہی چھوٹا ڈبا کھولا خوب صورت جالی دار ڈیزائن کے دو کنگن آنکھوں کو خیرہ کر رہے تھے۔

"دس تولے پورا ہے؟"

"جی سر، ڈسکرپشن پر سب لکھا ہوا ہے بس آپ کے "سگنیچر" کی ضرورت ہے۔"

ان کے سگنیچر لے کر ملازم رخصت ہو گیا تو وہ ڈبے اٹھا کر بیڈ روم میں لے آئے۔ پہلے انہوں نے نورین کے زیورات ہی استعمال کرنے کا سوچا تھا پھر جاذب کا سوچ کر لاکر بند کر دیا کہ ان زیورات پر جاذب کی بیوی کا حق تھا۔ یہ نورین کی خواہش بھی تھی اسی لیے انہوں نیا زیور خرید ڈالا تھا پر اب وہ چاہتے تھے جاذب کو ان کی اس خریداری کا پتا نہ چلے۔ دل کی کیفیت عجیب تھی کئی بار ان کا دل چاہا تھا جاذب سے پوچھ نہ لوں کہ وہ ساتھ جائے گا؟

ڈریسنگ ٹیبل پر جیولری باکس رکھتے ان کی نظر شیشے میں پڑی تو انہیں قصبے کا ہائی اسکول نظر آیا۔

"چل اوئے اشتیاق مرغا بن ......" استاد شوکت اشتیاق کو حکم دے رہے تھے۔ اشتیاق بے حس بنا کھڑا تھا۔ "دسویں کے بورڈ کے پرچے ہیں اور پر سے تُو دس چھٹیاں کر کے آیا ہے، مرغا تو پتر بننا پڑے گا۔ اوئے کس خوشی میں اتنی چھٹیاں کی ہیں؟" استاد شوکت اپنی بید کی چھڑی اشتیاق کی پسلیوں میں چبھو رہے تھے۔

"استاد جی، اس کے ابا جی کا ویاہ تھا اس لیے چھٹیاں کی تھیں۔" فاروق نے قہقہہ بار لہجے میں لطف لے کر سب کو مطلع کیا۔ اس کے انداز پر سب ہنس رہے تھے

"اوئے، ویاہ تیرے ابے کا تھا تو کیوں غیر حاضر رہا؟"

"استاد جی! یہ اپنے ابے کو وٹنا مل رہا تھا (سریہ اپنے والد کے ابٹن کا مساج کر رہا تھا)" استاد سمیت سارے نوعمر بلند بانگ قہقہے لگا رہے تھے۔

"نہیں نہیں۔ یہ اپنے ابے کی مسہری سجا رہا تھا۔" نوعمر داؤد احمد کی بات پر پہلے سے بھی بلند قہقہہ پڑا۔

"استاد جی! اپنی بجائے اپنے ابے کی مسہری سجا کر شاقا گھر سے بھاگ گیا تھا۔ کراچی جانے والی ٹرین سے اس کے چچا پکڑ کر لائے ہیں۔"

"اوئے خبیث! تو گھر سے کیوں بھاگا تھا اوئے؟"

"ابا جی کی شادی کی وجہ سے بھاگا تھا جی۔ سترہ اٹھارہ سالہ اشتیاق گیلی آنکھوں سے بولا تو پھر سے قہقہہ پڑا۔

"استاد جی، شاقا ٹھیک کہتا ہے شادی تو ہم جیسے جوانوں کا کام ہے۔ ابے اس عمر میں وحید مراد بن کر خرمستیاں کرتے اوچھے نہیں لگتے۔"

[illegible] بڈھے بڑے تجربہ کار ہوتے ہیں پکی خرمستیاں کرتے ہیں۔ تم سب دیکھنا ابھی تو ہمارے شاقے نے ٹھیک نو مہینے بعد ابا جی کا کاکا کھلانا ہے۔

ایک اور نوعمر تبصرہ ......

"میں نے کاکا دیکھنے سے پہلے ہی کراچی بھاگ جانا ہے، وہاں سے ابا جی کا باپ بھی مجھے نہیں ڈھونڈ سکتا۔"

قہقہوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ تھا۔ استاد بھی محدود vision رکھنے والے دیہاتی تھے۔ ان سب نوعمر دیہی لڑکوں کی عمر ایسی تھی جس عمر کے عافیت سے گزرنے کی دعا ہر فرض نماز کے بعد مانگنی چاہیے۔ جو منہ میں آیا بول لینے والی عمر جو دماغ میں آیا کہہ دینے والی عمر اور جو دل میں آیا کر دینے والی عمر۔ بالکل وہی عمر جو اب جاذب داؤد احمد کی تھی۔

انہیں اشتیاق کی جگہ اب اپنا عزیز از جان بیٹا جاذب اور اس کے ہم جماعت و ہم عمر لڑکے نظر آئے

Scanned with CamScanner

۔ سینے میں آگ دہکنے لگی انہوں نے گریبان کے بٹن کھول کر اپنا بالوں بھرا سینہ مسلنا شروع کر دیا پر آگ بڑھتی جا رہی تھی۔ دہکتے انگاروں پر چلتے ہوئے انہوں نے وقت گزارا اور جاذب کو بالکل نہ چھیڑنے کا ارادہ کر کے باہر نکل آئے۔ گیٹ کے سامنے ان کے چند بے حد قریبی دوست ان کے ساتھ جانے کے لیے اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھے تھے۔ مسعود احمد اور قیوم کے اصرار پر انہیں آفس اور میل جول کے چند قریبی دوستوں کو کہنا ہی پڑا تھا۔ ڈرائیور نے انہیں دیکھتے ہی گاڑی کا دروازہ کھولا تو اندر جاذب بھی بیٹھا تھا بالکل انہی کے حلیے میں۔ کاٹن کی سفید شلوار قمیص اور سیاہ کھیڑی آنکھوں پر دھوپ کا قیمتی چشمہ۔ وہ سب کو نشتر کے ہاتھ کھڑا کر کے جلتے سینے کے ساتھ خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گئے۔

☆☆☆

''مناہل، یہ ٹیکا اتار دو بچے، اسے دیکھ دیکھ کر میرا دل گھبرا رہا ہے۔''

''آصفہ آنٹی، آپ دلہن ہیں دلہن تو ٹیکے کے ساتھ ہی پیاری لگتی ہے۔''

''نا، نا بیٹا، ٹیکے کا تو سوچنا بھی مت۔'' اس نے احتیاط سے کھینچ کر ٹیکا اتار دیا۔

اس کے نا، نا کرنے کے باوجود مناہل نے بیس بنا کر اس کے شرارے سے میچ کرتا میک اپ کر دیا تھا۔ بریزے کی پستہ رنگ کی لانگ شرٹ اور شرارے پر آتشی گلابی دوپٹے سے میچ کرتی نفیس کڑھائی تھی۔ اس کی بڑی بہن عدیلہ آپا نکاح کے لیے یہ سوٹ لائی تھیں۔ طویل عرصے بعد نفیس و قیمتی لباس پہن کر اس نے مکمل میک اپ کیا تھا شیشے میں دیکھتے اسے اپنا آپ قدرے اجنبی لگا۔

''مما، آپ کی شادی ہے؟'' ننھی بنی فریحہ نے کوئی تیسری بار ماں سے پوچھا تو اس کا دل بھر آیا۔

نہیں بیٹا، یہ شادی نہیں کوشش ہے حسرتناک زندگی سے نکلنے کی ایک کوشش۔ شادی تو کبھی جوانی میں کی تھی۔''

آصفہ کو یاد تھا اسے اپنی شادی کی کتنی خوشی تھی سارے گھر سے چوری چوری وہ راتوں کو ڈائجسٹ میں پڑھے حسن کو دو آتشہ کرنے کے ٹوٹکے چہرے اور ہاتھ پیروں پر آزماتی تھی۔ وہ گدگداتے احساسات کے پیش نظر راتوں کی نیند گنوا بیٹھی تھی۔ خیالات میں پہروں شوہر کو مخاطب کرنے کے الفاظ سوچتی تھی کبھی جان کبھی جانی کبھی نام اور کبھی ایک دم سب ریجیکٹ۔

''میں ان سے پوچھ کر وہی لفظ بولوں گی جو وہ کہیں گے۔'' آئینہ دیکھتی تو شرما جاتی باپ، بھائی اور بڑی بہنوں کے سامنے سے کترایا کرتی تھی کہ اس کے چہرے کے رنگ دیکھ کر یہ نہ جان لیں اسے شادی کی کس قدر خوشی ہے۔ اسے بناوٹی اداسی دکھانی پڑتی تھی اور پھر اس شادی نے بناوٹی اداسی مستقل حقیقی اداسی میں ڈھال دی تھی۔

ناصر مڈل ایسٹ میں کسی کمپنی کا ملازم تھا پردیس نوکری کرنے والے مردوں کا مسئلہ یہ ہے کہ انہیں گھر سے دور جا کر اچانک ہی والدین اور بہن بھائیوں سے ایب نارمل محبت ہو جاتی ہے۔ انہیں اچانک پتا چلتا ہے بہنیں دنیا کا سب سے مہربان رشتہ ہیں، بھائی بازو ہیں۔ باپ سر کا تاج اور ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ بیوی جب دل کرے ریال اور درہم کی بدولت بدلی جا سکتی ہے لیکن والدین اور بہن بھائیوں کا دنیا میں کوئی متبادل نہیں۔ چنانچہ ناصر اسی اتنی ہی اہمیت دیتا تھا جتنی اس کے گھر والے اجازت دیتے تھے۔ ہر دو سال بعد ویزا ری نیو کرا کے جب وہ چھٹی پر آتا تو آصفہ کے دنوں کے ساتھ ساتھ راتیں بھی امتحان بن جاتیں۔ سارا سارا دن دعوتی کھانے اور دعوتیں بھگتا کر ساس کے پیر دبا کر مسکراتے چہرے کے ساتھ شوہر کو بھی خوش کرنا اس کی اولین ڈیوٹی تھی۔ ہر بار ناصر کی واپسی پر بانجھ پن کے طعنے سننا سب سے دشوار مرحلہ تھا۔

ان آٹھ سالوں میں سولہ بار اس نے باپ اور بھائیوں سے خلع کا مقدمہ کرنے کو کہا لیکن اب وہ

digest library.com

ایسا بوجھ تھی جو باپ کی بہت اٹھانہ سکی تھی۔ اس کی سسکیوں پر صبر کی تلقین کرتے اسے واپس بھیج دیا جاتا۔ ایک وقت آیا کہ اس نے میکے آنا اور شکایتیں کرنا ہی چھوڑ دیں تب ہی قدرت نے اس کے پیروں تلے جنت لانے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس وقت آنے والے بچے کے باپ کی چند دن بعد اولاد کی خاطر دوسری شادی تھی۔ یوں جو طلاق بروقت وہ خود نہ لے سکی، سوکن اور سسرال نے مل کر بے وقت اسے دلا دی۔

چھ ماہ کی فریحہ کے ساتھ میکہ اب سسرال سے بڑھ کر سسرال بن چکا تھا۔ اس پر مستزاد اس پر لگا لیبل کہ یہ تو جب سے بیاہی تھی طلاق لینے کی باتیں ہی کرتی تھی اللہ نے اس کی خواہش پوری کی ہے۔ حالانکہ انہی گھر والوں کے کہنے پر اس نے آخری سمجھوتا یعنی عزت نفس کچل کر دوسری شادی کے وقت بھی اسی گھر میں رہنے کا کیا تھا پر اس کا کوئی سمجھوتہ کسی بھائی بھاوج کو یاد نہ رہا بس اس کا بار بار روٹھ کر میکے آنا یا خلع لینے کا مطالبہ یاد تھا۔ میکے نے سسرال کے رنگ ڈھنگ اس کی واپسی کے فوراً بعد ہی اپنا لیے تھے۔ گزشتہ چھ سالوں میں اپنی چھ سالہ بچی کی خاطر اس نے جب جب اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش کی بھائیوں کی غیرت پر تازیانہ پڑ جاتا۔ اتنی ہمت اس میں بہرحال نہیں تھی کہ بھائیوں کے مخالف جا کر کوئی قدم اٹھانے کی کوشش کرتی اس لیے وہ مزید جھجکتی گئی، مزید نوکر بنتی گئی تاکہ گھر کے مکینوں کے دل ان ماں بچی کے لیے تنگ نہ پڑیں۔ پر جو پہلے ہی تنگ ہوں ان کا علاج دنیا میں کوئی دوا نہیں کرسکتی۔

اس نے دو تین سال یہ امید رکھی تھی کہ کوئی خدا ترس مرد کا بچہ اسے اور اس کی بیٹی کو عزت سے رخصت کرا لے گا پر فریحہ کے لیے آنے والے رشتوں کے دل تنگ پڑ جاتے ایک مارے باندھے راضی ہوا تو آصفہ نے فوراً ہی پہچان لیا کہ یہ لوگ وقتی طور پر فریحہ کو اس کے ساتھ برداشت کرلیں گے لیکن شادی کے کچھ عرصے بعد فری کو واپس ننھیال بھیجنے کا مطالبہ کریں گے تب وہ مجبور ہو کر سمجھوتا کرلے گی۔

اس لیے اس نے اعلان کر دیا کہ وہ شادی نہیں کرے گی۔ لیکن اڑتیس سال کی عمر میں داؤد احمد کی منکوحہ بننا کاتب تقدیر کے ہاں طے تھا سو ہو کر رہا۔ حالانکہ بھاوجیں اب اس کی رخصتی کسی طور نہ چاہتی تھیں۔

"بارات ہم...... میرا مطلب ہے وہ لوگ آگئے ہیں۔" عدیلہ نے دوپٹا کھول کر کولر پنکھے کے آگے ہو کر خود کو ہوا لگانی چاہی۔

"دیکھا عدیلہ باجی، آپ کو بھی بارات کہتے شرم آگئی نا ہی ہی ہی۔ اس عمر کی شادی کو بارات نہیں کہتے نا۔"

"بس کر ہاجرہ! یہ تو اللہ کی مرضی ہے جس عمر میں چاہے باراتیں لا دے۔"

"باجی، اللہ نے عقل بھی تو دی ہے سب کو پتا ہے داؤد بیوی نہیں اپنے نوکروں کے لیے ہیڈ نوکر لے کر جا رہا ہے۔ کوئی عقل مند تو نوکر بننا قبول نہ کرتا۔"

UrduNovels.com

"تو آصفہ ادھر کون سا قسمت لگی ہوئی ہے۔" برادری میں سے کسی نے برجستہ اضافہ کیا تو زبردست قہقہہ پڑا۔

"سیانے کہتے ہیں بے جوڑ شادی نہیں کرنی چاہیے۔"

"وہ پہلی شادی کی دفعہ کہتے ہیں۔"

"اس برجستگی پر ایک بار پھر قہقہہ پڑا۔

داؤد شروع سے ہی بڑا قابل تھا، مٹی کو ہاتھ لگاتا تو سونا ہو جاتی تھی۔ بہشتن نورین بھی اس کی ٹکر کی تھی بڑی لائق فائق، سمجھدار عورت تھی۔" ماسی بشیراں نے آہ بھری۔

"ماسی، آصفہ کی بھی کوئی خوبی گن لو۔"

"آصفہ بڑے صبر والی ہے اللہ اس کے صبر کا اجر دے رہا ہے۔"

"میں دیکھ لوں نکاح کے لیے آتے ہوں گے۔"

Scanned with CamScanner

digest library.com

"ہاجرہ کو ماسی کی بات ذرا نہ بھائی اس لیے اٹھ کھڑی ہوئی دوسری طرف دل چیرتی گفتگو میں ماسی کی بات پر آصفہ کا دل بھر آیا۔

☆☆☆

"باجی، آپ جائیں گی داؤد بھائی اور آصفہ کے ساتھ؟"

"نہ بہن اتنی گرمی میں یہاں آ گئی ہوں بازار میں، ذلیل ہو لی ہوں اتنا ہی کافی ہے۔ تم نے جانا ہے تو چلی جاؤ......" مصباح نے صاف دامن بچا کر گیند چھوٹی بہن کے کورٹ میں ڈال دی۔

"کون سا ولیمہ ہے جو بھاگے بھاگے شہر پہنچیں۔ البتہ شاہدہ بھابھی جا رہی ہیں تو دیورانی کا دلہناپا کٹانے ساتھ چلی جائیں۔" نادیہ نے جان بوجھ کر شاہدہ کو تنگ کیا۔

شاہدہ اس چھیڑ خانی کو مکمل سمجھ رہی تھی اسی لیے "ہونہہ" پر اکتفا کر گئی۔

"اے ہاجرہ، مردوں کو تو قیوم نے اے سی میں بٹھا دیا ہم عورتوں کے لیے یہ موئے کھوں کھوں کر کے شور ڈالتے کولر پیچھے ہی رہ گئے تھے ایک دو ونڈو اے سی کرائے پر ہی منگوا لیتے۔" مصباح نے بڑے ہونے کا ٹھیک ٹھاک فائدہ اٹھا کر جلے دل کی بھڑاس نکالی۔

"لیکن کھانا بہت مزے کا تھا ہاجرہ آنٹی۔"

منابل نے ماں کی بات کی کڑواہٹ زائل کرنا چاہی۔ یہ سچ بھی تھا قیوم نے کھانا اپنی اور داؤد احمد کی حیثیت کے عین شایان شان بنوایا تھا جو کسی طور فائیو اسٹار سے کم نہ تھا لیکن پچاس کو چھوتے درجہ حرارت میں خواتین کے لیے بس کولر پنکھے ہی چلائے گئے تھے

"مصباح کی باتیں سنو تم۔ حالانکہ یہ اور شاہدہ جو بری بنا کر لائی ہیں جھونپڑی والیوں جیسے کپڑے ہیں۔ تُو پہن کر پت (گرمی دانے) نہ نکلوا لینا۔ پڑے سڑ جائیں پر پہننے کی ضرورت نہیں، خود برینڈیں سینتی ہیں......"

"عدیلہ باجی تیاری ہو گئی؟" عدیلہ کی چلتی زبان قیوم نے بیچ میں ہی روک دی۔ "آصفہ کو لے آئیں رخصتی کے لیے داؤد آ رہا ہے۔"

"جلدی چادر لے لو آصفہ، ایک تو تُو نے منہ دھو لیا ہے دلہن تو لگ ہی نہیں رہی۔" اس وقت وہ دونوں بہنیں کمرے میں اکیلی رہ گئی تھیں۔

"باجی! بہت گرمی ہے راستے میں پسینے سے برا حال ہو جاتا تھا۔" آصفہ منمنائی۔

"اچھا تو یہ لپ اسٹک پکڑ اور خود لگا لے سہاگن تو لگنا چاہیے۔"

"وہاں کس نے دیکھنا ہے البتہ ادھر کوئی آ گئی تو بات بن جائے گی۔" آصفہ رخصتی سے پہلے خود سرخی پاؤڈر لگائی پھر رہی تھی۔

"کوئی نہیں آتا تو جلدی لگا۔ ساری داؤد کو دیکھ رہی ہیں۔ وہاں کوئی دیکھے نہ دیکھے داؤد تو دیکھے گا۔ کسی کی باتوں کو دل پر لینے کی ضرورت نہیں۔ سڑ کر سواہ ہوئی پھر رہی ہیں اس لیے ساری سڑی باتیں کر رہی ہیں۔"

وہ بہن کی باتوں پر سر ہلا کر لپ سٹک لگا کر چادر اوڑھ کر کھڑی ہو گئی۔ "باجی فری کا بہت خیال رکھنا۔" اسے معلوم تھا بیٹی سے جدائی عارضی ہے پر اتنی مشکل ہے یہ اب پتا چل رہا تھا۔

گاڑی میں بیٹھتے داؤد پر ذرا سی نظر پڑی سفید کاٹن کا سوٹ سیاہ کھیڑی ہی نظر آئی چہرہ نہیں۔ عین اسی وقت کہیں سے فری روتی چلاتی بھاگتی اس کی طرف کے شیشے سے لگ گئی۔

"مما، میں نے بھی جانا ہے۔" عدیلہ باجی اسے کھینچ رہی تھیں داؤد دروازہ کھول کر پھر سے باہر نکلے۔

"فریحہ ہے۔ آصفہ کے ساتھ جانے کی ضد کر رہی ہے۔" اس وقت عدیلہ کے لیے فریحہ کا وجود شرمندگی کا سبب تھا اور مخالفین کے لیے تمسخر کا۔

"بچے والی عورت سے شادی کا یہی نتیجہ ہونا تھا۔ اب بھگتے داؤد۔" ڈھلتے سورج کی اوس لالی

Scanned with CamScanner

میں مصباح بھی غصے سے لال بھبوکا ہو چکی تھی۔

"تین دن سے آپ میرے واویلے پر مجھے بے عزت کر کے بٹھا دیتے ہیں۔ اب دیکھا آپ کی بہنیں بھی راضی نہیں ہیں۔" شاہدہ نے سعود احمد کے کان میں زہریلی سرگوشی کی۔

"تم عورتوں کا تو دماغ خراب ہے۔"

"آپ کی بہنوں کا بھی؟"

"ہاں ان کا بھی۔ سو دفعہ بتا چکا ہوں داؤد اپنے نوکری کی وجہ سے بے حد پریشان تھا۔"

"بس بس، پھر سے وہی قصہ نہ شروع کر دینا اب تو سارے پنڈ کو خبر ہو گی ہے داؤد اپنے گھر کے نوکروں کی نگرانی کے لیے آصفہ سے شادی کر رہا ہے۔"

"سارے پنڈ کو بتایا کس نے ہے۔؟ تم عورتوں کے پیٹ میں کوئی بات ٹکتی ہے!"

"نہیں کوئی نہیں ٹکتی۔ عائشہ کے پاپا سارا قصور آپ کا ہے۔ آپ حامی نہ بھرتے تو داؤد نے کبھی آصفہ سے شادی کا نہیں کہنا تھا۔"

"میں کون سی قسم کھاؤں تمہیں یقین آ جائے آصفہ کا نام میں نے نہیں داؤد نے خود لیا تھا۔"

میں نے اپنی عائشہ کا جاذب سے سوچا ہوا تھا۔ ساری سوچوں پر پانی پھیر دیا آپ نے۔"

"شاہدہ، نکاح داؤد کا ہوا ہے جاذب کا نہیں۔" سعود احمد اب عاجز آ چکے تھے۔

یہی تو مسئلہ ہے اب یہ سوچ پوری نہیں ہو سکے گی۔ سب آصفہ کے ذریعے گیمیں کھیلیں گے۔"

کھیل لیں گیمیں، میں نے اپنی بیٹی کی شادی جاذب سے کرنی ہی نہیں ہے۔" وہ پاؤں پٹخ کر احتجاج کر کے داؤد اور عدیلہ کی طرف آ گئے۔ جو ابھی تک فریحہ کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔

"تین چار دن تک ہم خود چھوڑ آئیں گے۔ بچی ہے سمجھتی نہیں۔"

"باجی، جیسے یہ رو رہی ہے اتنی گرمی میں بے ہوش ہو جائے گی۔ اس کو جلدی اندر گاڑی میں بٹھائیں۔" پھر انہوں نے خود ہی گیٹ کھول کر بٹھا دیا اب وہ گیٹ پکڑے منتظر تھے کہ عدیلہ بھی بیٹھے۔

"داؤد! میں نہیں جا رہی میری صحت ہی اجازت نہیں دیتی۔" وہ بدستور شرمندہ تھیں۔

"باجی، فری کی کپڑے تو ساتھ دے دیں۔" آصفہ کو نہ چاہتے ہوئے بھی بولنا پڑا۔

"دونوں گھروں کی خواتین ناراض ہیں اس لیے کوئی بھی ساتھ نہیں جا رہی۔ ہاں ڈاکٹر سے شادی کی ہوتی تو۔" سعود احمد نے بھائی سے ملتے ہوئے سرگوشی بھی کر ڈالی۔

انہوں نے سن کر ڈرائیور کو اشارہ کیا وہ فوراً باہر نکلا۔

تم منیر صاحب کے ساتھ چلے جاؤ، میں خود ڈرائیو کروں گا۔"

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر انہوں نے سب کو الوداعی سلام کیا ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھایا تو گاڑی گیٹ سے باہر نکلتی چلی گئی۔ گیٹ سے باہر نکلتے ہی انہوں نے جاذب کے پاس بریک لگائی تھی۔

"آ جاؤ بیٹے۔"

"پاپا جی......"

"میں تمہاری وجہ سے ڈرائیونگ سیٹ پر ہوں۔" جاذب نے انکار چھوڑ کر فرنٹ سنبھال لی تو انہوں نے اسپیڈ بڑھا دی دور کسی مسجد سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہو رہی تھی۔

☆☆☆

"فری! اٹھو گھر آ گیا۔" خیر دبابا نے بھاگ کر گاڑی کا دروازہ کھولا تو اس کی بیوی بھی پاس چلی آئی۔

آصفہ فری کے ساتھ باہر نکلی تو داؤد احمد ڈگی سے سامان نکال کر اندر پہنچانے کی ہدایت کر رہے تھے۔ وہ گھر کے اندرونی حصے کی طرف بڑھے تو خیر دبابا کی بیوی کے ہم قدم چلتے ہوئے بھی لاؤنج میں داخل ہو گئی۔ خوشگوار ٹھنڈک نے استقبال کیا۔

فری ہاتھ چھڑا کر بھاگ کر ایک صوفے پر

urdunovels.com

Scanned with CamScanner

لیٹ گئی کہ بیماری سے ابھی اٹھی تھی جلدی تھک جاتی تھی۔ اوپر سے گاڑی میں سو بھی گئی تھی۔ جاذب اور داؤد اپنے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ ڈرائیور رفاقت اٹیچی کیس داؤد کے کمرے میں لے گیا۔

''میں خیر دین ہوں بیگم صاحبہ۔ سب مجھے خیرو بابا کہتے ہیں۔ بیس سال سے صاحب کے ساتھ ہوں......''

آصفہ نے خالی گلاس ٹرے میں رکھا تو بابا خیرو تعارف کرانے لگا۔ ''یہ میری گھر والی ہے اور وہ میرا نواسہ......''

انیس بیس سال کے لڑکے نے ہاتھ ماتھے تک لے جا کر سلام کیا۔

آصفہ کو اندازہ تھا کہ وہ دلہن نہیں ہے پر گھر میں داخل ہوتے ہی لاؤنج میں بیٹھنا پڑے گا اس کا اندازہ نہیں تھا۔ حالانکہ اس کا دل کر رہا تھا فانٹ باتھ روم میں جائے نہا کر کوئی ہلکا سا شلوار قمیص پہنے اور کڑک چائے پیے۔ اس کے چہرے پر جانے کیا تھا جو فوراً اسے کمرے میں پہنچانے کی آفر کر ڈالی گئی۔ بوڑھی عورت کے پیچھے پیچھے چلتی وہ اسی کمرے میں داخل ہو گئی جہاں کچھ وقت پہلے داؤد گئے تھے۔

ملگجی روشنی اور لاؤنج سے بھی زیادہ اے سی کولنگ لیے وہ نہایت شاندار خواب گاہ تھی۔ اس سے بھی پہلے بھاگ کر جہازی سائز بیڈ پر اوندھی لیٹنے والی اس کی بیٹی فریحہ تھی۔ آصفہ کا رہا سہا اعتماد بھی جاتا رہا۔

بال بناتے داؤد نے ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے سے اسے جمپ لگا کر بیڈ پر چڑھتے اور پھر اوندھا لیٹتے دیکھا۔ گزشتہ پانچ دن سے وہ شدید اذیت میں تھے اتنے سالوں بعد کسی اور کے بچے کو یوں دندناتے اپنے بیڈ پر چھلانگیں لگاتے دیکھنا احساسات کو مزید بے قرار و مرتعش کر گیا۔ وہ کنگھی میز پر ڈال کر کمرے سے نکل گئے۔ آصفہ نے ملازم عورت کی وجہ سے فریحہ کو ٹوکنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

''بی بی جی! آج کے دن آپ کے ساتھ کسی عورت کو آنا چاہیے تھا، نئی جگہ ذرا آسانی رہتی ہے۔ بیگم صاحبہ کے بعد صاحب عورت ملازم نہیں رکھتے۔ سارے مرد تھے اب دو بھگا دیے ہیں ان کی جگہ میرا نواسہ مدثر رکھ لیا ہے۔ خیرو اور (ڈریور) ڈرائیور رفاقت بہت پرانے ملازم ہیں۔ میں تو جوڑوں کی مریض ہوں کبھی کبھی چکر لگاتی ہوں آج بھی آپ کی شادی کی وجہ سے آئی ہوں۔ آپ نہالیں میں آپ کے کپڑے نکال دیتی ہوں۔''

''نہیں شکریہ۔ تم جاؤ میں خود نکال لیتی ہوں''

اس کے جانے کے بعد وہ فری کی طرف آئی تو وہ ملگجی روشنی اور آرام دہ بیڈ پاتے ہی سو بھی چکی تھی۔

آصفہ نے اٹیچی کھول کر میکے کی طرف کالان کا سوٹ نکالا اور استری کا خیال کیے بنا لے کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ ہلکا پھلکا شلوار قمیص پہن کر اسے اپنا آپ پرسکون ہوتا محسوس ہوا۔ کمرے میں فری کے سوا کوئی نہیں تھا۔ ہاتھوں سے بال سنوار کر سر پر دوپٹا لیے وہ بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔

فری کو لاؤنج میں تو سلا نہیں سکتی ان کے بیڈروم میں سلانا بالکل غلط ہے۔ یا اللہ کیا کروں؟ عدیلہ باجی کیا تھا جو آپ ہی ساتھ آجاتیں۔

دل کڑا کے دروازہ کھول کر باہر نکل آئی لاؤنج میں بھی ہو کا عالم تھا۔ اتنی شدید خاموشی اور تنہائی وہ وحشت زدہ سی کھڑی دیکھتی رہی کچھ نہ سمجھ آنے پر آنسو پیتی واپس کمرے میں چل دی۔

☆☆☆

وحشت دل سے گھبرا کر اسٹڈی سے سگریٹ کا پیکٹ اور لائٹر اٹھا کر وہ اوپر چھت پر چلے آئے ٹہلتے ہوئے سگریٹ پر سگریٹ پھونکتے ان کی نظر اچانک ہی نیچے گئی تو جاذب کندھے پر بیگ لٹکائے دوسرے ہاتھ سے موبائل استعمال کرتا بیرونی گیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ ''جاذب......'' وہ بے ساختہ پکارے۔ اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا اور پھر گردن اونچی کر کے اوپر ٹیرس کو دیکھا جہاں باپ کھڑا تھا۔ ''رکو۔''

سگریٹ پیروں تلے مسل کر وہ تین تین

Scanned with CamScanner

سیڑھیاں پھلانگتے اتنی تیزی سے اس کے پاس پہنچے جیسے ذرا سی دیر لگی تو جاذب بھاپ بن کر فضا میں تحلیل ہو جائے گا۔

''پاپا، آپ اپنے بیڈروم میں نہیں تھے؟'' وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

''تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟'' انجانے خدشات ان کے ذہن میں سرسرا رہے تھے۔ باپ کی شادی کی وجہ سے گھر سے کراچی بھاگ کر جانے والا اشتیاق اور پھر کبھی نہ ملنے والا اشتیاق ان کے سامنے کھڑا تھا۔ سینے میں دہکتی آگ ایک بار پھر بھانبھڑ کی شکل اختیار کر گئی۔

''پاپا، ہوسٹل جا رہا ہوں۔ کاشی پک کرنے آ رہا ہے......''

''جو آج ہوا ہے میرا مطلب میں نے جو شادی کی ہے......'' دل کڑا کر کے لفظ شادی منہ سے نکال ہی دیا۔ ''اس وجہ سے جا رہے ہو؟''

''نن نہیں۔'' وہ پھیکی مسکراہٹ۔

''اس کی زبان کی لڑکھڑاہٹ نے ان پر بیٹے کا پول تو کھول ہی دیا تھا۔ ایک دم جذبات ان کے کنٹرول سے باہر ہو گئے۔ انہوں نے کھینچ کر اپنے جوان ہوتے بیٹے کو سینے میں بھینچ لیا۔ ان کی اس شدید محبت بھری یلغار سے جاذب کا بیگ نیچے پختہ روش پر گر گیا۔

''جاذی! مجھے بتانا نہیں آتا پر تمہیں معلوم ہوگا تم میری زندگی کا کل اثاثہ ہو، میری پہلی اور آخری ترجیح۔''

''آئی نو پاپا۔'' نوعمر جاذب باپ کے مضبوط بازوؤں کی شدید گرفت میں کسمسایا۔

''یہ نکاح میری مجبوری بن گیا تھا۔ میرا یقین کرو میں لوز کریکٹر یا لذت نفس کا مارا نہیں ہوں۔ گناہ و ثواب پر بھی میرا ایمان پختہ ہے۔ تمہاری ماما کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار چکا ہوں اس کے بعد میرا دامن ہزار ترغیب دیتی بلاؤں میں رہتے ہوئے بھی صاف ہے۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے چند سالوں بعد تمہاری شادی کا وقت ہے ایسے میں گھر میں میرا اپنی بیوی لانا تمہیں اچھا نہیں لگے گا۔ میں تمہارے جذبات سمجھتا ہوں لیکن یقین رکھو میں تمہیں تمہارے دوستوں کے سامنے کبھی بھی مزید شرمندہ نہیں ہونے دوں گا......'' اس کے کان میں جذبات سے لبریز سرگوشی کی۔ ''پلیز گھر میں رہو۔''

''پاپا! آپ میری پسلیاں توڑ دیں گے۔'' اب کے اس نے گرفت لوز کروانے کے لیے باپ کے بازوؤں کے مسلز پر ہاتھ رکھے۔ ''لیٹ می گو۔ کاشی ویٹ کر رہا ہے۔ نیکسٹ ویک چھٹیاں ہو رہی ہیں، میں پھر گھر پر ہی رہوں گا پرامس۔''

انہوں نے چھوڑا تو وہ بیگ اٹھا کر ''اللہ حافظ'' کہہ کر گیٹ کی طرف بڑھ گیا۔

☆☆☆

مضطر اور شرمندہ و بے سکون رات گزار کر وہ باہر لاؤنج میں آ بیٹھی۔ اس شاندار بیڈروم کے مالک نے خدا معلوم کہاں رات گزاری تھی۔ فارغ بیٹھنے کی عادت نہ تھی یہاں تو ہونقوں کی طرح بیٹھنا اور عجیب لگ رہا تھا اس لیے جب مدثر اور اس کی نانی کچن میں آئے تو فریحہ کو چپ کر کے وہیں بیٹھے رہنے کی ہدایت کر کے وہ بھی کچن میں آ گئی۔ اپنے لیے اپنی پسند کی کڑک چائے کا کپ لیے واپس صوفے پر بیٹھی تو اسے داور بیڈروم میں جاتا نظر آیا۔ اسے پیچھے جانا مناسب نہیں لگا تھس بن کے بیٹھی رہی اس کے سامنے مدثر ناشتا ڈائننگ ٹیبل پر لگاتا رہا پھر وہ بیڈروم کے دروازے پر دستک دے کر اطلاع دے آیا کہ ناشتا تیار ہے۔

''مما، میں نے سارا گھر دیکھ لیا ہے بہت بہت پیارا گھر ہے۔'' فری ماتھے سے بال ہٹاتی لاؤنج میں داخل ہو رہی تھی۔

''میں نے کہا تھا یہیں بیٹھی رہنا لیکن تم......''

''مما، گھر بھی تو دیکھنا تھا نا......'' وہ ٹھنکی ''یہ ہمارا گھر ہے؟''

آصفہ کو فوری طور پر کوئی جواب نہ سوجھا تو بچی

Scanned with CamScanner

digest library.com

نے وہی سوال دوسری طرح سے کیا۔
"مما۔ کیا اب ہم یہیں رہیں گے؟"
"جی......"
"یے اے اے اے......" ہاتھ اوپر اٹھا کر وہ خوشی سے گول گول گھومتی بیڈ روم سے نکلتے داؤد کی ٹانگوں سے ٹکرائی وہ فوراً نہ تھام نہ لیتے تو فری گر جاتی۔
"فری، کیا کرتی ہو ابھی چوٹ لگ جاتی۔"
بچی ماں کی سنے بغیر خوشی مناتی رہی۔ رات اسے اپنے بیڈ پر لیٹے دیکھا تھا، صبح سارا گھر چھانتے اور ابھی گرنے سے بچایا تھا۔ بہت سال پہلے جب جاذب کا بچپن تھا انہیں تب کی سب باتیں بھول چکی تھیں یا شاید جاذب ایسا بچہ نہیں تھا۔ انہیں صرف خاموشی یاد تھی مکمل خاموشی، تنہائی اور سکوں۔ سکون تو جیسے اس گھر کا لازمی حصہ تھا۔ یہ بچی ان تینوں کا الٹ تھی ہلچل پسند، ایکٹو، انرجیٹک۔
"خاموشی اور سکون کی اتنی عادت ہے کہ مجھے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا۔ جاذب کو تو سخت برا لگے گا۔ اسے اس بچی پر غصہ آئے گا اور پھر آصفہ پر اور۔ اور۔ اور اس بے سکونی کو گھر لانے والے یعنی مجھ پر۔"
دکھتا سر اور بھاری دماغ کچھ مزید بھاری ہو گیا۔
"بیگم جی، آ جائیں ناشتا کر لیں۔" ملازم نے پکارا
"آ جائیں پلیز......" انہوں نے بھی مارے باندھے بنا بھوک پلیٹ سامنے رکھتے آواز دی تھی۔
"بے حد ضروری میٹنگ ہے کینسل نہیں ہو سکتی اس لیے جانا پڑے گا۔ یتیم خانے اور مدرسے بھجوانے کے لیے کھانے کا آرڈر میں دے چکا ہوں۔ قیوم لوگ اور بھائی وغیرہ شاید آ ئیں اس لیے کیٹرنگ والے گھر بھی کھانا پہنچا دیں گے۔ ویسے میں ان سے پہلے ہی گھر آ جاؤں گا۔"
"جی ٹھیک ہے، وہ...... جاذب ناشتا نہیں کرے گا کیا؟"
"ہوں......" جاذب کے ذکر پر داؤد احمد ذرا سا سر اٹھا کر دیکھا جیسے اس کا سوال بہت مشکل ہو پھر سمجھ کر جواب دیا۔ "جاذب گھر میں نہیں ہے وہ رات ہوسٹل چلا گیا تھا۔"
آصفہ کا دل کیا پوچھے آپ کہاں چلے گئے تھے لیکن۔ وہ چلے گئے فری کو مدثر نے کارٹون لگا دیے آصفہ سوئی جاگی کیفیت میں ان کے شاندار بیڈ روم کے آرام دہ بیڈ پر نسبتاً آزادی سے لیٹ کر پریشان ہوتی رہی۔ زندگی کے اس خطرناک یوٹرن کو اپنے، اپنی بچی اور داؤد اور اس کے بیٹے کے حق میں بہتر ہونے کی دعائیں مانگتے جانے کب آنکھ لگی اسے جگانے والی فری تھی۔
"مما! باہر بہت تیز آندھی آئی ہے۔"
"آندھی آئی ہے؟"
وہ حیران ہو کر اٹھی۔ کلاک نے بتایا چار گھنٹے مسلسل سوئی ہو۔ باہر نکلی تو مدثر بھاگ بھاگ کر کھڑکیاں دروازے بند کر رہا تھا۔ بے مصرف صوفے پر بیٹھ رہی۔ آندھی چلتی رہی۔ چلتی آندھی میں قیوم، ہاجرہ اور مسعود احمد آئے تھے۔
"باقی لوگ نہیں آئے؟" اسے داؤد احمد کے انداز سے لگا تھا کہ کافی سارے لوگ ہوں گے پر۔
"گرد آلود آسمان بتا رہا تھا بارش یا آندھی آئے گی اس لیے سب گھر کے کام دھندے دیکھنے کے لیے رک گئیں۔ بیکار موسم کام بھی تو بگاڑ دیتا ہے۔" ہاجرہ نے جواب دیا۔
"ولیمے کا کھانا پتا نہیں یتیم خانے پہنچا یا نہیں؟"
"پہنچ گیا ہوگا...... ان کا روز کا کام ہے، کوتاہی نہیں کرتے۔"
"گھر میں تو ذرا تبدیلی نہیں کی۔ بالکل ویسے ہی سیٹنگ ہے جیسے نورین کی تھی۔ چلو اب تم اپنی پسند سے کر لینا......" ہاجرہ تنقیدی نظروں سے ارد گرد دیکھ رہی تھی۔ "یہ جاذب بھی نظر نہیں آ رہا؟"

آصفہ کو لگا اس سوال پر خاموشی توڑنی چاہیے۔

"کسی دوست کے ساتھ باہر نکلا ہے۔ لگتا ہے آندھی کی وجہ سے کہیں رک گئے ہیں۔"

"اچھا۔ اس چالاکو کو دیکھو ایک ہی دن میں یوں پھر رہی ہے جیسے سدا کی یہاں رہتی ہو۔" اب توپوں کے دہانے فری کی طرف ہو گئے۔

مدثر اور رفاقت کھانے کے تسلے کچن میں لانے لگے تو سب کی توجہ ادھر ہو گئی پھر اگلے کچھ منٹوں بعد مدثر نے انہیں کھانے کی میز پر بلا لیا۔

"مجھے تھوڑی دیر ہو جائے گی اس لیے بھائی جان، آپ کھانا شروع کریں میرا انتظار نہ کریں۔" سعود احمد عادتاً فون لاؤڈ اسپیکر پر لگا کر بھائی سے بات کر رہے تھے۔

"آندھی کی کیا صورت حال ہے؟"

"بارش ہونے والی ہے۔ گرد چھٹ جائے گی، چلیں آپ لوگ کھانا کھائیں۔"

"تم ہمارے ساتھ چلو گی، یا داؤد بھائی کے ساتھ آؤ گی۔ وہ رسم ہے نا اس لیے پوچھ رہی ہوں۔" ہاجرہ نے آصفہ سے پوچھا۔

"گھر کی بات ہے ہاجرہ، اس میں کون سی رسمیں دیکھنی جب دل کرے گا داؤد کے ساتھ آ جائے گی۔ کیا کہتی ہو آصفہ یا پھر اداس ہو گئی ہو تو چلو۔" سعود احمد مسکرائے تھے۔

"نہیں بھائی جان، ابھی کل تو آئی ہوں اداس کیا ہونا۔"

وہ بھی مسکرا دی تو انہوں نے سر پر ہاتھ رکھا۔

"آباد رہو۔"

جاتے جاتے قیوم اسے پانچ ہزار کا نوٹ زبردستی پکڑا گیا۔ "داؤد کو میرا سلام کہنا بتانا کافی انتظار کیا۔"

"ٹھیک ہے قیوم بھائی، بتا دوں گی۔"

"اب داؤد کو قبضے میں کر لینا ملنگنی بنی نہ پھرتی رہنا۔ تیری نندیں خاص خوش نہیں ہیں اس لیے جتنی جلدی داؤد کو مٹھی میں کر سکتی ہو کر لو۔ جاذب بھی بڑا پھوپھیوں کے بھتیجے چڑھا پھر رہا تھا۔ داؤد تیری طرف ہوا تو کسی پھوپھی بھتیجے کی گٹھ جوڑ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

ہاجرہ سرگوشیاں کر کے روانہ ہو گئی تو اس نے گہری سانس لے کر خود کو نارمل کیا پھر بھی سکون نہ آیا تو نیا سوٹ ہاتھ میں پکڑ کر شاور لینے چلی گئی۔ جب وہ بال تولیہ میں لپیٹے باہر نکلی تو فری بیڈ پر اپنے اور اس کے کپڑے بکھیرے بیٹھی تھی۔ "مما، میں نے بھی نادی) نہانا کرنی ہے۔"

فری داؤد صاحب کا ہی بیڈ خراب کرے انہی کا واش روم استعمال کرے۔ یہ ٹھیک نہیں ہے مجھے اپنے اور فری کے لیے کوئی دوسرا کمرا دیکھنا ہی چاہیے۔ پھر اپنی سوچ کے مطابق اس نے داؤد کے بیڈ روم کے دائیں طرف کا کمرا منتخب کر کے اپنا سامان وہاں رکھا فری کو نہانے کے لیے واش روم بھیجا اور خود بال سلجھانے لگی۔

"بیگم جی! ذرا کچن میں آ کر کھانا تو دیکھ لیں مجھے شرم تو بہت آ رہی ہے آپ تو دلہن ہیں پر مالکن بھی ہیں اس لیے آپ کو بتانا میرا فرض ہے۔"

خیرو بابا کی بیوی کی اتنی لمبی تمہید پر وہ دوپٹا کندھے پر ڈال کر کمرے سے نکل آئی۔

"یہ دیکھیں جی، کھانا بہت زیادہ ہے فریج میں بھی رکھیں تو باسی کھانا صاحب جی نہیں کھاتے ویسے بھی جتنی گرمی ہے ذائقہ بدل جائے گا جی۔"

"یہ تو کافی زیادہ کھانا ہے۔ فریج میں کیوں رکھنا۔"

"پھر آپ بتا دیں۔"

"آپ لوگوں نے اپنے لیے نکال لیا؟"

"ہم نے کھا لیا ہے جی۔"

"اپنے گھروں کے لیے نکال لیا؟"

"نہیں جی۔"

"ایسا کرو لاؤنج میں کوئی چٹائی بچھا کر تسلے ادھر لے آؤ، میں کھانا خود نکالتی ہوں۔"

"گیلے بالوں میں کچن کی گرمی سے پسینہ نہ آ

Scanned with CamScanner

جائے اس لیے وہ لاؤنج میں اکڑوں بیٹھ کر دعوتی کھانا مختلف برتنوں میں نکالنے لگی۔
دائیں بائیں اور سامنے والے ایک دو ہمسائیوں کو بھیجنے کے بعد وہ ملازموں کے گھر کے لیے نکالنے لگی۔

☆☆☆

وہ لاؤنج میں داخل ہوئے تو پہلی نظر اکڑوں بیٹھے وجود پر پڑی سیاہ لمبے گھنے چمکیلے بالوں سے ڈھکی پشت ان کی طرف تھی۔ بال اتنے لمبے تھے کہ لاؤنج کے چکنے بے داغ فرش پر پڑے تھے اس دلکش منظر سے انہوں نے فوراً نظر پھیری۔
"سلام صاحب جی۔" مگن بیٹھے وجود نے سرعت سے پلٹ کر دیکھا پھر بے ارادہ کھڑے ہو کر دوپٹے کا پلو سر پر ڈالتے ہوئے اس نے بھی سلام کیا۔
یہ آصفہ تھی۔ اتنا مشکل وقت گزارنے کے بعد بھی یہ اتنی کم عمر کیسے لگ سکتی ہے؟ وہ حیران پریشان خود سے سوال کر رہے تھے۔ یہ تو اچھی خاصی مناسب شکل صورت کی جوان عورت ہے او مائی گاڈ۔ مجھے تو کسی بوڑھی خاتون سے شادی کرنی تھی سوچا تو یہ تھا گاؤں کی باقی رشتے داروں کی طرح مشکل زندگی گزار کر آصفہ بھی اپنی عمر سے دوگنی لگتی ہوگی۔ پر ادھر تو الٹ تھا وہ دبلے پتلے وجود کے ساتھ اپنی حقیقی عمر سے کم دکھتی تھی۔ انہوں نے کبھی ڈھنگ سے دیکھا ہی نہ تھا۔ وہ اپنے حال میں مست رہنے والے انسان تھے۔ خاندان کی کسی خاتون پر کبھی غور و خوض نہ کیا تھا۔ یہ تو دھوکا ہو گیا جاذب اور میرے، ہم دونوں کے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔ بڑی مشکل سے خود کو جھٹکے سے نکال کر وہ حال میں آئے۔
"آپ کیوں کر رہی ہیں انہیں کرنے دیں۔"
داؤد نے خیر دبابا کی بیوی کی طرف اشارہ کیا تو آصفہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کی طرف آ گئی انہیں صاف پتا چلا وہ کوئی بات کرنا چاہ رہی ہے لیکن یہ نہیں چاہتی کہ ملازم سنیں۔

"آ جائیں۔" وہ بیڈ روم میں انٹر ہو گئے وہ اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔
میں بتانا چاہتی تھی کہ کھانا آپ نے بہت زیادہ بھجوا دیا تھا اس لیے مجھے مجبوراً ہمسائیوں کے بھجوانا پڑا تاکہ ضائع نہ ہو۔ مجھے نہیں معلوم ایسے کرنا تھا یا نہیں لیکن میں کر بیٹھی ہوں مجھے آپ کو کال کر کے پوچھنا چاہیے تھا۔" وہ بے حد پریشان تھی
"یہ تو بہت اچھا کیا، مجھے تمہارا بر وقت فیصلہ کرنا اچھا لگا۔"
آصفہ کی جان میں جان آئی۔ وہ اب کارنر میں لگی کرسی پر بیٹھ کر جوتے کھول رہے تھے۔
"ایک اور بات میرے ساتھ فریحہ ہوتی ہے اس لیے مجھے علیحدہ کمرا چاہیے تھا۔"
"یہ گھر تمہارا ابھی ہے، کوئی بھی کمرا لے لو۔"
"میں نے ساتھ والا لیا ہے۔" اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو داؤد کو سمجھ آیا کہ ان کا بیڈ روم کھلا کھلا کیوں لگ رہا ہے، وہ اپنا سامان وہاں سے اٹھا چکی تھی۔
بچی کی وجہ سے مجھے بیڈ روم علیحدہ کرنا پڑ رہا ہے لیکن آپ کو جب بھی کوئی ضرورت ہو مجھے بلا سکتے ہیں۔ نہیں میں یہ نہیں کہہ سکتی، کہہ دینا چاہیے تاکہ برا نہ محسوس کریں، نہیں کہنا چاہیے نامناسب ہے۔ وہ اپنے آپ سے الجھی ہوئی تھی۔
داؤد نے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ کر حوصلہ افزا لہجے میں پوچھا...... "کوئی اور بات بھی ہے؟"
"نن نہیں۔ جج جی۔ وہ دن کو تو اے سی وغیرہ سولر سسٹم پر چلتے ہیں۔ رات کو لائٹ پر، ہمارے کمرے میں پنکھے سے بہت گرمی ہے۔"
"اے سی خراب ہے؟" انہوں نے بات کاٹ کر فوراً پوچھا۔
"نہیں اے سی خراب نہیں ہے میں یہ کہہ رہی ہوں ہمارے کمرے میں بھی اے سی چلے گا۔ تو بہت بل آئے گا اس لیے میں اور فریحہ اوپر چارپائیاں

Scanned with CamScanner

digest library.com

ڈال کر سو جایا کریں، ہمیں رات کو کھلے میں سونے کی عادت ہے۔" اس نے جلدی سے اضافہ کیا۔

اس بار وہ سیدھے ہو کر کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ ان کے اعصاب ایکدم ہی بڑے ایزی ہو گئے۔ طویل عرصے بعد انہوں نے کسی کے منہ سے ایسی بات سنی تھی۔ گاؤں سے اماں آتیں تو ان کے اخراجات کی فکر کیا کرتی تھیں۔ ان کے بعد کوئی آج ان کے اخراجات کی فکر کر رہا تھا۔

"تمہیں کس نے بتایا دن کو سولر اور رات کو الیکٹریسٹی یوز ہوتی ہے؟"

"ملازم لڑکے نے بتایا۔ میں لاؤنج کے اے سی آف کرنا چاہتی تھی تب۔"

"آصفہ، یہ بل وغیرہ کی فکریں تم میرے لیے رہنے دو۔ ایزی ہو کر گھر میں لگی ہر فائدہ مند شے سے فائدہ اٹھاؤ۔ میں ذرا فریش ہو جاؤں تو کچھ اہم گفتگو کر لیتے ہیں۔" دفعتاً ہی ان کا دروازہ ناک ہوا۔

"آجائیں۔"

"صاحب جی، میں ابی بی کو گھر چھوڑ آؤں اگر آپ اجازت دیں۔"

داؤد نے خیرو بابا کی بات پر آصفہ کو دیکھا۔

"صاحب جی، مہمان تو کوئی ہے نہیں اس لیے، ویسے بھی مدثر تو ادھر ہی ہے۔ کہہ رہی تھی میرے جوڑوں میں درد شروع ہو گئی ہے۔"

"اچھا یار! چھوڑ آؤ۔" پورا استغاثہ ہی سنانے بیٹھ گئے ہو۔"

"شکریہ صاحب۔"

☆☆☆

فری لاؤنج میں ماشا اینڈ دا بیئر دیکھ رہی تھی وہ دونوں اس سے ذرا سا ہٹ کر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ ہلکے سرمئی شلوار قمیص میں ان کی گندمی رنگت دمک رہی تھی کنپٹیوں پر کہیں کہیں کوئی سفید بال ان کے شخصی وقار کو چار چاند لگا رہا تھا۔ اونچا لمبا کسرتی مضبوط جسم، چوڑے شانے اور خوب صورت تراش کی ہلکی داڑھی اور مونچھیں۔ رشتہ بدلا تھا تو آصفہ کے نظریں بھی کیا کچھ نہ محسوس کر رہی تھیں۔

جب یہ نکاح ضرورت اور مجبوری بن ہی گیا تھا تو اب جاذب اور اپنا سوچ سوچ کر گھر کو پس پشت نہیں ڈالنا چاہیے اسے ساری ذمہ داری ہینڈ اوور کر کے مجھے گھر کی طرف سے تو سکون میں آنا چاہیے۔ جاذب کو ایڈجسٹ ہونے میں مدد دینا، خوش کرنے کی کوشش کرنا تو فل ٹائم ڈیوٹی ہے اس سے تو ذہن آزاد ہو ہی نہیں سکتا خاص کر یہ نیا رشتہ بنانے کے بعد۔ ایک بار پھر سوچی ہوئی باتیں سوچ کر نتیجے پر پہنچ کر انہوں نے منتظر بیٹھی آصفہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گفتگو شروع کی۔

"میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں تھا خاص کر اس ادھیڑ عمر میں۔" وہ پھیکا سا مسکرائے۔

آصفہ نے حیرت سے دیکھا دل کیا کہے آپ کی عمر کو کیا ہوا ہے پر خاموش رہی۔

"گھر تو جیسا تیسا چل ہی رہا تھا پر میرے حق حلال اور خون پسینے سے بنائے گھر کا تقدس پامال وہ دراصل ساتھ کھانا بھی ... ہونے لگ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے مجھے آنا فانا شادی کا فیصلہ کرنا پڑا۔ پھر تمہارے حالات کا پتا چلا تو سوچا گھریلو خاتون ہی گھر لانی ہے تو تم کیوں نہیں۔ میں سمجھتا تھا میری طرح عمر ڈھلی خاتون بن چکی ہو گی لیکن تم تو بہت ینگ ہو (مایوس لہجہ) مجھے کسی اپنے جیسی خاتون سے ہی نکاح کرنا چاہیے تھا۔"

اس بار آصفہ کو لگا بولنا ضروری ہے۔ "پھر تو پچیس تیس سال کی لڑکی ہونی چاہیے تھی۔ مجھ جیسی چالیس کی دہلیز کے پاس کھڑی عورت تو آپ کے ساتھ سوٹ نہیں کرتی۔" وہ اپنے ہاتھوں سے کھیلتے ہوئے سر جھکا کر مسکرائی۔

"ہم کتنے بھی دلکش ہوں کچھ باتیں عمر کے تقاضے کی مطابق ہی سوٹ کرتی ہیں۔" وہ بھی مسکرائے تھے عجیب بات تھی اس سے دوسری دفعہ باضابطہ بات کر رہے تھے دونوں ہی دفعہ اس نے کچھ

Scanned with CamScanner

ایسا بول دیا تھا کہ جنگ لڑتے اعصاب ڈھیلے پڑ جاتے، سکون کی لہر جسم کے تمام رگ پٹھوں کو ایزی کر دیتی۔

"آپ بھلے کتنے ہی بڑے وکیل ہیں پر میں اختلاف ضرور کروں گی۔ کبھی کبھی عمر سے زیادہ وقت کا تقاضا اہم ہوتا ہے۔ مجھے بھی وقت کا تقاضا ماننا پڑا ،فری کے لیے میرا دوسری شادی کا قدم اٹھانا ضروری ہو گیا تھا اس کی تعلیم و تربیت، صحت......" اس نے آہ بھر کر بات ادھوری چھوڑ دی کہ انہیں کہانی معلوم تھی۔

"تمہاری بیٹی چھوٹی ہے وہ تمہارے نئے رشتوں کے ساتھ ایڈجسٹ ہو سکتی ہے۔ میرا بیٹا جوانی کی دہلیز پر ہے، اس عمر میں والدین میں سے کوئی شادی کرے تو معاشرے سے بھی پہلے اولاد ہی اسے ٹھرکی اور نفس پرست سمجھنے لگتی ہے۔ مجھے کبھی کسی شے سے خوف نہیں آیا۔ بخدا میں اب بدترین خوف کے حصار میں وقت گزار رہا ہوں۔ جاذب کی خاموشی یا شاید ناراضی یا پھر شاید بے بسی مجھے لمحہ لمحہ نچوڑ رہی ہے۔ ماں کے بعد کی ٹوٹ پھوٹ سے بمشکل سنبھلا تھا کہ باپ مجبوری کے سبب اچھی خاصی جوان بیوی لے آیا ہے مجھے یہ خوف ستاتا ہے وہ اسے بستر آباد کرنے کی حرص نہ سمجھ لے۔"

ان کی بات پر آصفہ بری طرح خود میں کئی دور سنگل صوفے پر اسکرین کے بالکل پاس بیٹھی فری ماشا کی حرکتوں پر زور زور سے ہنس رہی تھی۔

"میں اپنی اعصابی ٹوٹ پھوٹ پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کر رہا ہوں جب تک جاذب نہیں سنبھلتا مجھے نہیں لگتا میں اس اعصابی جنگ سے باہر آ سکوں......" انہوں نے سر کے بالوں میں انگلیاں پھنسائیں۔ "لیکن گھر کو ٹریک پر آ جانا چاہیے آصفہ۔ ہماری فیملی ایک ہے اس لیے کچھ چھپا ہوا تو ہے نہیں۔ مجھے بھی معلوم ہے تمہیں بھی خبر ہو گی کہ اس نئے رشتے سے زیادہ تر لوگ ناخوش ہیں۔ مجھے پروا نہیں، میں صرف اپنے بیٹے کی پروا کرتا ہوں لیکن میں یہ ضرور چاہتا ہوں تم اپنا سابقہ سوبر انداز اور سلجھی طبیعت اس گھر میں بھی جاری رکھو کہ اب یہ گھر تمہارا بھی ہے اور تمہاری بچی کا بھی۔ اس گھر کی گفتگو......"

انہوں نے بات پر زور دینے کے لیے پھر سے دہرایا ......" ہماری گفتگو اس چار دیواری میں ہی دبی چاہیے۔" وہ پورے اعتماد سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

اس نے سر ہلا کر یقین دلایا۔

"نورین کے بعد میں نے مسائل سے بچنے کے لیے خواتین ملازم نکال دی تھیں۔ قسمت کی بات ہے جن مسائل کے ڈر سے خواتین نکالی تھیں وہی مسئلہ مرد ملازموں نے کھڑا کر دیا۔ اب تم چاہو تو ماسی رکھ لو، گھر میں کوکنگ کے لیے بھی کوئی پراپر ملازم نہیں ہے۔ پہلے تو گھر میں کوئی خاص کھانا نہیں بنتا تھا باہر سے کھا لیتے تھے یا ہوم ڈیلیوری۔ ملازم اپنا خود بنا لیتے تھے۔ اب ظاہر ہے گھر کو گھر کی طرح چلانا ہے تو ہر طرح کی ہاؤس ہیلپ ضروری ہے۔ نورین نے کوکنگ کے لیے بھی عورت ہی رکھی تھی۔ اب تم ماسٹر ورکر رکھ لو مرد و عورت جو بھی بہتر لگے سرچ ہائر کر لو۔ اپنے موجودہ ملازموں سے کہو گی تو آٹھ دس کینڈیڈیٹ تو وہ ہی مہیا کر دیں گے پھر بھی بات نہ بنی تو مجھے بتا دینا ایجنسی سے رابطہ کر لیں گے۔ گھر کی گاڑی میں نے سیل کر دی تھی اب پھر سے گاڑی اور ڈرائیور کا ارینج کر رہا ہوں۔"

وہ جو توجہ سے سن رہی تھی اب بول ہی پڑی۔

"داؤد صاحب، میری وجہ سے کوئی بھی ایکسٹرا خرچا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ملازم، گاڑی یہ وہ کسی شے کی ضرورت نہیں ہے۔"

بچی کے اسکول کے لیے، گروسری، گاؤں یا پھر باہر ہی جانا پڑتا ہے۔ میری گاڑی دستیاب نہیں ہوا کرے گی اور ہاؤس ہیلپ کے بغیر گھر بھی نہیں چل سکتا، اس لیے ضرورت ہے۔ اسکول سے یاد آیا اس ایریا میں بھی دو اچھے اسکول ہیں ان کا وزٹ کر لو اگر جاذب کے اسکول میں ہی ایڈمیشن کرانا ہے تو بھی

Scanned with CamScanner

digest library.com

ٹھیک ہے۔"

"نہیں نہیں۔ جاذب کا اسکول تو بہت مہنگا ہے۔ میں گھر کے آس پاس کسی نارمل سے اسکول میں فری کو داخل کرانا چاہتی ہوں۔ وہ بھی ابھی نہیں چھٹیوں کے بعد ورنہ چھٹیوں کی بھی خواہ مخواہ فیس دینی پڑے گی۔"

وہ دنیا دیکھے ہوئے مرد تھے اصلی نقلی کی پہچان رکھتے تھے۔ انہوں نوٹ کیا وہ بناوٹی نہیں تھی بلکہ اتنی ہی قناعت پسند بھی ان کا خرچا کرانا نہیں چاہتی تھی۔

"آصفہ، تمہاری بچی کی میں نے کامل ذمہ داری اٹھائی ہے اس کی تعلیم و تحفظ میری ذمہ داری ہے تم اپنی ذمہ داری نبھاؤ میں اپنی نبھاؤں گا۔"

تحفظ لفظ نے آصفہ کے دل کی نازکوں رگوں کو چھیڑ ڈالا، سامنے بیٹھے مرد کا لہجہ بتا رہا تھا وہ زبان کا پکا ہے۔ آصفہ حقیقت پسند عورت تھی اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ داؤد فری کا باپ بن جائے گا۔ فری اس کی بیٹی تھی اسی کی رہنی تھی اور جاذب ان کا بیٹا تھا، انہی کا رہنا تھا۔ اتنی سنگی دنیا میں تحفظ لفظ اس کی آنکھوں سے پانی بن کر گر پڑا۔ یعنی بھائیوں کے ورثے سے نجات بھی مل گئی تھی بیٹی کی عزت و ناموس کی حفاظت کا ذمہ بھی ایک ممتاز حیثیت و مرتبے والا شخص اٹھا رہا تھا۔ فری اب محفوظ ٹھکانے پر تھی تو آنسوؤں کا خراج تو بنتا تھا۔

"آپ کا بے حد شکریہ۔ مجھے فری کے لیے تحفظ، تعلیم سے بھی پہلے درکار تھا۔"

انہوں نے سر ہلا کر شکریہ وصول کیا۔ وہ کھڑی ہو گئی پھر رخ موڑتے ہوئے ہی بولی۔

"داؤد صاحب! آپ کسی بھی طرح جاذب کو گھر لے آئیں، ہماری طرف سے آپ کی کسی مشکل میں اضافہ نہیں ہوگا۔ آپ یوں سمجھیں کہ میں اور میری بچی اس گھر میں موجود ہی نہیں ہیں۔"

وہ ان کے جاذب کے حوالے سے سارے تحفظات سمجھ گئی کیونکہ معاملہ فہم اور ذہین عورت تھی۔ بات کہہ کر وہ رکی نہیں تھی۔

☆☆☆

مدثر سے کہہ کر اس نے دس بجے انٹرویو کے لیے چند لوگ بلوائے تھے ابھی دس بجنے میں وقت تھا اس لیے سارا گھر مالکانہ نظر سے دیکھنے کے لیے کھڑی ہو گئی۔ اوپر کے پورشن میں دو بیڈ روم اور ایک اسٹڈی روم پلس آفس تھا۔ جس میں سینکڑوں کتابیں رسالے اور دفتر کی فائلز پڑی تھیں۔ آصفہ کو کتابیں پڑھنے کی تو سوچ لگی۔ آخری کونے میں اسٹور روم تھا۔ آصفہ نے الماریاں کھول کھول کر دیکھیں نو نورین کے بستر جوں کے توں پڑے تھے۔

سب سے پہلے تو انہی کو دھوپ لگوانی ہوں۔

ملازمت کے لیے آنے والوں میں سے اس نے صرف ایک کل وقتی ملازمہ رکھی اور مدثر کو مستقل کر لیا جس پر خیر دبابا اور مدثر اس کے ممنون تھے۔ رفعت بی بی کا اصلی شناختی کارڈ اسے واپس کر کے نقل داؤد کو دکھانے کے لیے پاس رکھ لی۔

"باجی!، لاؤنج کی سیٹنگ بدلنی ہے؟" مدثر اور رفعت اس کے جواب کے منتظر تھے۔

داؤد تو شاید کچھ نہ کہیں لیکن جاذب۔ جیسے اس کی ماں نے گھر سیٹ کر رکھا تھا ویسے ہی رہنے دیتی ہوں تا کہ وہ اجنبیت کے احساس سے نہ گزرے۔

"نہیں۔ کوئی سیٹنگ نہیں بدلنی۔ جیسا ہے ویسے ہی مکمل صفائی کرنی ہے۔ بستروں کو دھوپ لگوانی ہے۔ البتہ کچن میں، میں کچھ تبدیلیاں کروں گی۔"

ان دونوں کو کام پر لگا کر اس نے خود اپنے اور فری کے لان کے کپڑے ہاتھ سے دھو ڈالے۔ اس کے بعد اس نے کھانا بنانے کی تیاری شروع کی تھی۔ فری اس کے پاس فریج، فریزر سمیت ہر شے کھول کے بند کرتی رہی اپنی مرضی سے کھاتی پیتی رہی۔ اسے ممانیوں کی طرح ڈانٹنے والا یا کھانے کی پسندیدہ اشیاء چھپانے والا یہاں کوئی نہیں ملا تھا۔

"کھانا تو بہت اچھا بنا ہے، نئی کک نے بنایا ہے؟" داؤد دوپہر کے کھانے پر موجود تھے۔

"نہیں صاحب جی، کھانا تو باجی نے خود بنایا ہے۔" مدثر کے بتانے پر بھی آصفہ سر جھکائے چھوٹے چھوٹے نوالے لیتی رہی۔

"میری مما سب سے اچھا کھانا بناتی ہیں۔ ادھر ماموں کے گھر میں صرف مما کھانا بناتی تھیں۔" فری نے اپنی عادت کے مطابق داؤد سے بے تکلف ہونے کی کوشش کی تھی لیکن وہ سرد مہر اور لاتعلق ہی رہے۔ کچن میں آصفہ کے موبائل پر کال آنے لگی تو فری بھاگ کر ماں کا موبائل اٹھا لائی۔

"ہاں جی۔ بالکل ٹھیک ہوں، فری بھی ٹھیک ہے۔ وہ بھی گھر پر ہیں۔ کھانا کھا رہے ہیں۔ بات کروا دیتی ہوں۔"

"قیوم بھائی آپ سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔" انہوں نے مڑ کے فون تھامنے سے پہلے بغور دیکھا پھر کان سے لگا لیا۔

"آپ لوگوں نے کھانا کھا لیا ہے تو اپنے کوارٹرز چلے جائیں۔ باقی کا کام شام میں کر دے گا۔" آصفہ نے پورے اعتماد سے ملازموں کے لیے ہدایت جاری کی تھی۔

"آپ نے جاذب سے گھر آنے کی بات کی؟"

"ویسے ہی بات ہوئی ہے گھر آنے کا نہیں کہا۔ مجھے لگتا ہے ابھی وہ نہیں آئے گا۔ شاید کچھ دنوں تک سنبھل جائے تو۔"

وہ جو گمبھیر سنجیدگی و آزردگی سے بیٹے کے بارے میں بات کر رہے تھے دیکھ ہی نہ سکے غضب تو یہ ہوا کہ آصفہ بھی انہی کی طرف مکمل متوجہ تھی وہ بھی فری کے غائب پر غور نہ کر سکی نتیجہ یہ نکلا کہ فروٹ کسٹرڈ سے بھرا شیشے کا نازک باؤل فری نے عین داؤد احمد کے پیروں کے پاس گرا کر توڑا تھا۔ میٹھے کے چھینٹے ان کے پیروں، ٹراؤزر اور کچھ حد تک بازو پر بھی گرے تھے۔ چھناکے کی آواز زوردار تھی فری اب بھی کھڑی تھی۔ آصفہ تیزی سے اس تک پہنچی۔

"مما! میں انکل کے لیے فریج سے ٹھنڈے والا کسٹرڈ لا رہی تھی۔"

"آپ کو چوٹ لگی؟"

"نہیں۔" آنسو اب اس کی گالوں پر رینگنے لگے۔ داؤد وہاں سے اٹھ گئے تو آصفہ فری کو اس کے حال پر چھوڑ کر ان کے پیچھے پیچھے بھاگتے بیڈروم میں داخل ہوئی۔

"میں ابھی واش کر دیتی ہوں غصہ نہ کریے گا پلیز۔"

مدثر کر لے گا اور میں غصے بھی نہیں ہوں، تم تیاری کر لو ہمیں گاؤں جانا ہے قیوم نے لازمی آنے کا کہا ہے۔"

وہ سنجیدگی سے کہہ کر واش روم چلے گئے۔ فرش صاف کر کے اس نے ابھی فری کی ہی تیاری کی تھی کہ وہ خوشبو اڑاتے باہر بھی آ گئے۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟"

"فرش صاف کر رہی تھی۔" اس کے انداز میں شرمندگی تھی۔

"آصفہ بیگم! ملازم اور رکھ لیں ان کے کام انہی سے کروائیں۔"

"مدثر واپس آؤ۔" وہ انٹرکام پر مدثر کو واپس بلا چکے تھے۔ بیگم صاحبہ کے موبائل سے سم کارڈ نکال کر اس میں ڈالو۔" انہوں نے اسمارٹ فون مدثر کی طرف بڑھایا۔ سوٹ کی ہم رنگ ہلکی پیچ کلر کی لپ اسٹک لگا کر اس نے تیاری مکمل کی اور لاؤنج میں آ گئی۔

"انکل! یہ نیا فون آپ میری مما کو دے رہے ہو؟" فری ایک بار پھر ان کے قریب جا کر ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھے اشتیاق سے پوچھ رہی تھی۔

آصفہ کو فری پر شدید غصہ آیا۔ بے وقوف لڑکی ذرا نہیں سمجھ رہی کہ وہ اس سے بات نہیں کرتے۔ اس کے دیکھتے دیکھتے داؤد نے فری کا چھوٹا سا ہاتھ گھٹنے سے اٹھا دیا۔

"فری، ادھر آؤ میرے پاس۔" وہ پونیاں

Scanned with CamScanner

digest library.com

جھلاتی اس کے پاس آ گئی۔

بیٹا! انکل کو تنگ نہیں کرتے ایسے کسی کو بھی تنگ نہیں کرتے۔"

"میں تو کروں گی ایسے کروں گی۔" اس نے بھاگ کر اس بار داؤد کے کندھے کو چھوا اور کھی کھی کر کے ہنسنے لگی۔ آصفہ کا دل بھر آیا۔

کوڑھ مغز باپ پر گئی ہے۔ ہاجرہ بھابھی اور بچے اس کو ٹھیک ہی جوتے مار کر رکھتے تھے۔ گلے میں بھرتے آنسوؤں کے گولے کو اس نے بمشکل اندر دھکیلا۔

"یہ لو میں نے وٹس ایپ بھی کر دیا ہے۔ اپنا نمبر بھی سیو کر دیا اور جاذب کا بھی۔"

آصفہ کا دل اتنا بجھا ہوا تھا کہ شکریہ کہنے کو بھی نہ کیا۔

کسی کے بچے کو اپنانا بہت مشکل امر ہے خاص کر اپنی اولاد کی ٹینشن میں جلا باپ کے لیے تو اور بھی مشکل ہے یہی بہت ہے کہ فری کو ڈانٹتے نہیں۔ جاذب اور میری فریحہ ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ نہیں جاذب کو اس کشتی سے نکالنے کی پوری پوری جدوجہد کروں گی۔ اس کا دل جیتنے کی کوشش میں حرج ہی کیا ہے۔ وہ بن ماں کا بچہ ہے میں اس کو ماں کی محبت دوں گی۔ تو اللہ میری فری کے لیے یقیناً آسانیاں کرے گا۔ اس نے مڑ کر دیکھا فری پچھلی سیٹ پر سو چکی تھی...... میری بچی تیری قسمت بلکہ ہماری قسمت؟

کبھی میں سوچا کرتی تھی مجھے کوئی ایسا مرد اپنا لے جو تمہیں بیٹی سمجھے پھر سوتیلے باپ اور سوتیلے رشتوں کے وہ ظلم سنے کہ دل ختم کیا۔ میں نے طے کر لیا کسی کو اجازت نہیں دوں گی کہ تمہیں چھو سکے۔ بیٹی بیٹی کر کے بیٹی کے پیار کی آڑ میں کوئی اپنی گندی فطرت کی تسکین کر سکے، میں ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی، شادی نہیں کروں گی۔ کاش تمہیں باپ کا پیار مل سکتا لیکن بیٹیا میں مطمئن بھی ہوں کہ تم محفوظ ہو۔ میں مطمئن رہوں گی کہ داؤد اور جاذب تم میں کوئی دلچسپی نہ لیں۔ تم سب کی بے خبری میں بڑی ہو جاؤ پھر تمہیں محفوظ ہاتھوں میں دے دوں...... سفر خاموشی سے کٹتا رہا وہ آنکھیں موند کر خود سے گفتگو کرتی رہی۔

☆☆☆

ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر فل کروفر سے بیٹھے داؤد احمد اس کے بھائیوں اور اپنے بھائیوں میں سب سے الگ تھے۔ وہ بات کر رہے تھے وہ نظریں بچا کر ان کا بیٹھنے کا پوسچر دیکھ رہی تھی۔ بلا کا اعتماد تھا اس شخص کی نشست میں۔ ڈرائنگ روم میں موجود زیادہ تر خواتین وہی تھیں جو اس شادی کی مخالف تھیں خاص کر اپنی نندوں کو دیکھ کر آصفہ کی ہتھیلیوں میں پسینہ آ گیا اسے لگا کہ اب داؤد احمد کا انداز بدل جائے گا۔ وہ ڈیفینسو پوزیشن پر چلے جائیں گے کہ اس کا سابقہ شوہر ایسے ہی کرتا تھا۔ جب بھی اپنے خونی رشتوں کو دیکھتا بیوی کو غلام بنا دیتا تھا۔ تذلیل تب تک کرتا جب تک اس کے گھر والے موڈ بحال نہ کر لیتے۔

"آصفہ تم خود جا کر دیکھو، ہاجرہ بھابھی کھانے وغیرہ کے چکر میں تو نہیں پڑ گئیں۔ کھانا تو کھلا کر ہی بھیجیں گے۔" قیوم نے اضافہ کیا۔

"یار، ابھی تو گھر سے کھا کر نکلے ہیں۔"

وہ اسی اعتماد سے بیٹھا اسے بھی انوالو کر گیا تھا۔ بہنوں کی ناپسندیدگی، بیٹے کی فکریں کیا کچھ اس شخص کے دل میں نہ تھا پھر بھی ان کے سامنے ذرا جو ڈھیلا پڑا ہو۔ مردوں کو ایسا ہی ہونا چاہیے وہ متاثر ہوئی۔ دل پر چھائی اداسی یکلخت دور بھاگ گئی۔ داؤد ڈیفینسیو نہیں کا وننٹر مزاج پر قائم تھا۔ جس عمر میں ہماری شادی ہوئی ہے اس عمر میں شاید مرد ایسا ہی با اعتماد ہو جاتا ہے۔

کوئی نہیں سینکڑوں مثالیں ہیں کہ نہیں ہوتا۔ بیوی کی عزت کرانا ہر مرد کے بس کی بات نہیں ہے۔ داؤد بھی بیٹے سے کس قدر ڈرتا ہے۔ ڈرتا نہیں ہے محبت کرتا ہے اسے آزار سے بچا رہا ہے اس کے نوعمر

Scanned with CamScanner

ذہن کو الجھنوں میں گھرا نہیں چھوڑنا چاہتا، کیسی شاندار محبت ہے ایسے لوگ جلدی محبت نہیں کرتے۔ جب کرتے ہیں تو جسم و جاں کی تمام شدتیں لگا دیتے ہیں۔

وہ خود ہی سوچتی خود ہی تردید کرتی گئی یہاں تک کہ داؤد کے کہنے پر واپسی کے لیے کھڑی ہوگئی۔

☆☆☆

ایک ڈیڑھ مہینے میں زندگی معمول پر آ چکی تھی۔ تین ہفتے پہلے جاذب بھی گھر آ گیا تھا۔ وہ چھٹیوں کی وجہ سے صرف اکیڈمی جاتا باقی کا وقت اپنے کمرے میں گزارتا۔ جب جب وہ کمرے سے باہر ہوتا آصفہ تناؤ میں آ جاتی۔ حالانکہ وہ اپنی بات پر قائم تھی یعنی گھر ترتیب و سلیقے سے چلانے کے باوجود جاذب کو یہ باور کراتی جیسے ان ماں بیٹی کا وجود نہیں ہے۔ وہ پہلے کی طرح دی ون اینڈ اونلی ہے۔ داؤد بھی اس کے سامنے بے حد محتاط، خشک اور لاتعلق رہتے۔

"نصیر کی بیٹی کی شادی ہے کسی صورت avoid نہیں کیا جا سکتا اس لیے شام پانچ بجے تک تیار رہنا ہم نے اٹینڈ کرنی ہے۔"

آصفہ نے کچن میں داؤد کی آواز سنی تھی۔ جب سے جاذب گھر آیا تھا آصفہ نے اپنی بات نبھانے کے لیے فری کو لے کر کھانا الگ سے کھانا شروع کر دیا تھا تاکہ وہ باپ بیٹا پہلے کی طرح ہی رہیں۔

"پاپا، میرا جانا ضروری ہے؟"

"ضروری ہے میری جان، تبھی تو تیار رہنے کا کہہ رہا ہوں۔" ٹالنے کی کوئی صورت نہیں نکلی۔

لفظ "میری جان" آصفہ کے دل پر پڑا، اس نے دسیوں بار دسیوں لوگوں کے منہ سے میری جان سنا تھا پر ایسا پراثر لہجہ۔ لفظ لفظ نہیں معنی بن گیا آہنگ بتا رہا تھا کوئی اپنی جان سے ہی مخاطب ہے۔ وہ بے اختیار کھڑکی کے پاس آ کر ان باپ بیٹے کو دیکھنے لگی۔

"کیا داؤد کبھی مجھے بھی میری جان کہیں گے

بالکل ایسے جیسے جاذب سے کہا ہے۔

اف تیرے منہ میرا۔ اپنی عمر تجھے نظر نہیں آتی جو کالج جاتی لڑکیوں جیسی خواہشیں پال کر بڑی کرنے لگی بیٹھی ہوں بڈھی گھوڑی لال لگام۔ میری عمر میں جان بنا نہیں جاتا، بچے جان ہوتے ہیں جیسے جاذب ان کی اور فری میری۔

"آصفہ......" داؤد آج جاذب کے سامنے اسے آواز دے رہے تھے، وہ حیرت سے سنبھل کر آہستہ روی سے کچن سے باہر نکلی۔

"نصیر صاحب سے میرا بہت قریبی اور دیرینہ تعلق ہے ان کی مسز بھی نورین کی بیسٹ فرینڈ تھیں۔ آج ان کی بیٹی کی شادی ہے۔ جانا ضروری ہے اس لیے تم اور فری شام پانچ بجے تک تیار رہنا۔"

اتنی گرمی میں شادی...... آصفہ کو کوفت ہوئی سو دل میں اظہار کیا۔

"مدثر......" شادی میں شرکت کے لیے میرا اور جاذب کا کوئی شلوار قمیص تیار کر دینا۔

"ٹھیک ہے صاحب، میں باجی سے پوچھ کر تیار کر دوں گا۔"

مدثر کی بات پر وہ باپ بیٹا کچھ نہ بولے البتہ آصفہ کو یاد آ گیا کہ شادی میں پہننے کے لیے اس کے پاس کوئی مناسب سوٹ نہیں ہے، میکے کی طرف والے چار پانچ لان کے سوٹ تھے جو وہ بار بار پہن رہی تھی۔ بری والے اس نے کھول کر دیکھے اور پھر بڑی بہن سے متفق ہوتے ہوئے فوراً اٹیچی کیس بند کر دیا تھا۔ یہ شادی یقیناً داؤد کے ہم پلہ لوگ کی تھی تو عامیانہ لباس پہن کر وہ اپنی اور داؤد کی انسلٹ کا سبب نہیں بن سکتی تھی۔

"میرے پاس شادی میں پہننے کے لیے کپڑے نہیں ہیں۔"

"کوئی بھی نیا ڈریس نہیں پڑا؟"

"شاہدہ بھابھی اور مصباح باجی کے خریدے سات آٹھ پڑے ہیں پر وہ آپ کے سرکل میں پہننے کے قابل نہیں ہیں۔" دل کڑا کرکے اس نے کہہ دیا

Scanned with CamScanner

’’ہمم......‘‘ وہ جیسے ساری بات کی تہہ تک پہنچ گئے جاذب کرسی دھکیل کر اٹھ رہا تھا۔

’’ڈرائیور کے ساتھ جا کر ریڈی ٹو ویئر لے آئیں۔‘‘

’’لیکن مجھے اندازہ نہیں ہے کہاں سے اچھے ملیں گے۔‘‘ وہ بے بسی سے بولی انداز ایسا ہی تھا کہ میرا شادی میں شامل ہونا اہم نہیں ہے۔

’’اس خبیث عارف کو سب پتا تھا نورین کہاں سے شاپنگ کرتی تھی۔‘‘ ان کے انداز میں گہرا رنج تھا۔

مجھے معلوم ہے میں لے جاؤں گا۔‘‘ جاذب نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کرنے سے پہلے کہا اور پھر دروازہ بند ہو گیا۔

ان دونوں کی نظریں جس تیزی سے چار ہوئیں اسی سرعت سے جھک گئیں۔ داؤد احمد نے والٹ نکال کر کیش اس کی طرف بڑھا دیا۔

’’یہ شاپنگ کے لیے۔‘‘

مجھے جاذب کے کمرے میں جا کر شکریے کے بہانے بات چیت کرنی چاہیے۔ جتنا روڈ وہ نظر آتا ہے اتنا ہے نہیں۔ آصفہ سر تھامے لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی تھی۔ روزمرہ کے کاموں سے آج کی صورت حال نے دل اچاٹ کر رکھا تھا اسی لیے رفعت پر چھوڑ کر اطمینان سے پریشان کن سوچوں میں الجھ گئی۔ داؤد جا چکے تھے۔

’’نہیں اس پر مسلط نہیں ہونا چاہیے جو طرز عمل داؤد نے اپنا رکھا ہے وہی ٹھیک ہے۔ اس کے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، کپڑوں جوتوں کا خیال رکھے جاتی ہوں۔ گزرتے وقت کے ساتھ کیا پتا وہ سیٹ ہو جائے۔

اگر نہ ہوا تو اسی طرح لاتعلقی قائم رہی تو؟ سوال میخ کی طرح دماغ میں گڑ گیا۔ یہ تو طے تھا وہ باپ بیٹا قلبی اور ظاہری دونوں طرح سے ایک دوسرے سے شدید جڑے ہوئے تھے۔ محبت تو مجھے بھی فری سے اسی طرح ہے لیکن اس میں داؤد صاحب کی محبت کی گنجائش پتا نہیں کیسے نکل آئی ہے۔ کس سے پوچھوں کہ اس مچیور عمر میں ایک تلخ شادی شدہ زندگی گزارنے کے بعد بھی عورت کو محبت ہو سکتی ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا مجھے کیونکر یہ شخص اتنا اچھا لگنے لگا ہے؟ دل اس کی محبت و حلاوت کے لیے کیوں ہمکتا ہے؟ میں کوئی نوعمر لڑکی تو ہوں نہیں پھر بھی۔ اب تو فری اور خود سے شرم آنے لگی ہے کہ کیا کر رہی ہوں یہ تو ضرورت کا رشتہ تھا اس میں محبت و جذباتیت کہاں سے گھستی چلی آ رہی ہے۔ اس نے بے بسی سے کشن پر مٹھی بھینچنے کی کوشش کی۔

شاید اس لیے کہ میں نے فکر معاش میں پھنسے مرد کی طویل مدت ذلالت جھیلی ہے مجھے لگتا ہے نا آسودہ مرد محبت میں بڑی جلدی مبتلا ہو جاتا ہے کہ مرد اور عورت کا تعلق دلداری پر محیط ہے۔ مشقت کرتا مرد محبت بھی جلدی کر لیتا ہے کہ کہیں تو دلداری کرے اور کروا سکے۔ ناصر مجھ سے زیادہ محبت اپنے باقی رشتوں سے کرتا تھا۔ اسے لگتا تھا وہ بیوی سے محبت جتائے گا تو باقی رشتے اس سے محبت کم کر دیں گے یا چھوڑ جائیں گے۔ وہ کمزور تھا، ڈرتا تھا۔ داؤد علی الاعلان کہتا تھا میں میرٹ پر چلتا ہوں مجھے سوائے اپنے بیٹے کے کسی کی ٹینشن نہیں۔ میرا بیٹا نوعمر ہے اسے ابھی میری ضرورت ہے۔

جب داؤد جیسے معاشی خوشحال، پختہ عمر، اپنے آپ میں آسودہ مضبوط مرد محبت کرتے ہیں تو کیسا لگتا ہے؟

یقیناً وہ عورت بڑی خاص ہوتی ہو گی جس کے لیے ایسے مرد گرتے ہیں۔ اپنا شخصی غرور، مردانگی اور اطمینان کسی عورت کی خاطر چھوڑنا ایسے لوگوں کے لیے تو ناممکن ہی ہے اور تم ناممکن کی چاہ میں مبتلا ہو چکی ہو آصفہ بیگم، وہ بھی ادھیڑ عمری میں۔ ہائے اس کہانی کا سب سے فضول پہلو یہ عمر ہی ہے۔

چلو جو بھی ہے یہ تو معلوم ہوا محبت نوعمری میں بدلتے ہارمونز کا ہی کھیل نہیں بلکہ چالیس کی عمر میں بھی بدلتے ہارمونز اس مصیبت میں مبتلا کر سکتے ہیں

بلکہ اس شدت سے کہ نا صرف یہ شخص پیارا ہے بلکہ اس کا بیٹا بھی جاں سے عزیز ہونے لگا ہے۔ شاید اس لیے کہ وہ اس کی "جان" ہے۔ باپ کم تھا جو اب بیٹا بھی جان کا روگ بن رہا ہے۔ آہ

فری...... داؤد احمد...... جاذب احمد
دل کی جگہ تکون دھڑک رہی تھی۔

☆☆☆

حق ہا!!!!۔ یہ سارے ریڈی میڈ سوٹ تو یونیورسٹی جانے والی لڑکیوں کے پہننے والے ہیں۔ میں نہیں پہن سکتی بڈھی گھوڑی لال لگام والا حساب ہو جائے گا۔

ملک کی معروف برینڈ کے آؤٹ لیٹ میں اے سی کی کولنگ کے باوجود چولے نما سلی ہوئی قیصوں کے دام اور سلائی دیکھ کر اسے پسینہ آ گیا۔

ساتھ والی برینڈ پر دیکھ لیتی ہوں۔ خود ہی فیصلہ کر کے وہ دوسرے معروف آؤٹ لیٹ میں داخل ہو گئی۔ سلے سلائے اسے اونچی پسند نہ آئے تو اس نے دھیمے رنگ کا سلائی کرنے والا سوٹ منتخب کر لیا۔ مردانہ ڈمی دیکھ کر اسے اندازہ ہوا کہ اوپر مردانہ کپڑے بھی موجود ہیں اس نے شیشے کے دروازے کے پار کھڑی گاڑی میں دیکھا جاذب سیٹ اسٹریچ کر کے پیر ڈیش بورڈ پر رکھے موبائل استعمال کر رہا تھا۔ لحظہ بھر کو ان کی نظر ملی پھر وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا باہر نکل آیا آصفہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گئی۔ ہلکی انگوری مردانہ شلوار قمیص اس کے دل میں اتر گئی۔

"میم یہ......"

"میرے بیٹے کے لیے ہے۔" وہ اب بغور سلائی چیک کر رہی تھی پھر ناپ تصور کیا ہر طرح سے تسلی کے بعد اس نے وہ بھی پیک کروا لیا۔ نیچے کیش کاؤنٹر پر قطار میں لگنے لگی تھی کہ۔

"آپ وہاں بیٹھیں میں پیمنٹ کرتا ہوں۔"

جاذب کے سنگل چیئر کی طرف اشارے سے وہ قدرے حیران ہوئی تھی پھر ہینڈ بیگ سے رقم نکال کر اس کی طرف بڑھا دی وہ خاموشی سے قطار میں کھڑا ہو گیا آصفہ کا دل اس کی اس مہربانی سے باغبان بن گیا۔

جا کر یہی کپڑے تیار کروں گی اسے کہوں گی وہ یہ والا سوٹ پہنے۔ تصور کی آنکھ سے اسے اپنے خریدے سوٹ میں ملبوس دیکھ کر وہ بلائیں لے رہی تھی جب ڈرائیور سے کہہ کر وہ ایک چوک پر اتر گیا اس کے دیکھتے دیکھتے اسی کی عمر کا لڑکا بائیک اس کے پاس لایا وہ پیچھے بیٹھا اور بائیک ہوا ہو گئی۔

وہ کہنا چاہتی تھی کہ جاذب بائیک پر دھیان سے بیٹھو، جاذب اپنے دوست سے کہو اسپیڈ کم کرے جاذب جا کہاں رہے ہو؟ پر وہ جا چکا تھا پیچھے وہ آیت الکرسی پڑھ پڑھ کر ڈرائیور سے نظر بچا کر اسی سمت پھونکتی رہی۔

"مدثر، چھوٹے صاحب کا یہ سوٹ تیار کر کے رکھ دو۔ وہ یہ پہن کر جائیں گے۔"

"لیکن باجی، میں نے ان کی الماری سے نکال کر بابا کا سوٹ استری کر دیا تھا۔"

"دور ہنے دو، یہ والا کر دو۔"

پھر اس نے اسٹور سے نکلوائی مشین لاؤنج میں کارپٹ پر رکھی اور سلائی کی مہارت اپنی سوٹ پر دکھانے لگی وہ ٹراؤزر پر آخری سلائی لگا رہی تھی جب وہ باپ بیٹا اکٹھے لاؤنج میں داخل ہوئے تھے۔ سلائی مشین چلنے کی آواز اور اس کی یکسوئی نے ان کی آنکھوں میں حیرت بھری تھی۔ تیار ہو کے فری کا ہاتھ پکڑ کر جب وہ لاؤنج میں آئی تو جاذب اپنے کف لنکس سیٹ کرتا باہر آ رہا تھا لیکن اس نے سوٹ اس کا خریدا ہوا نہیں پہنا تھا۔ آصفہ کا دل بجھ گیا اس کی جگہ لائن میں کھڑے ہو کر جو اس نے خوشی دی کہیں چھپ ہی گئی۔

"یہ شادی میں ہمارے ساتھ جا رہی ہے؟"

جاذب اب فری کو دیکھ رہا تھا۔ آصفہ ٹھٹک گئی۔

"یہ شادی میں پہننے والے ڈریس نہیں ہیں چینج کریں۔" وہ آصفہ کو بغیر کسی لقب کے مخاطب کر

digest library.com

رہا تھا۔ ہاں سننے کی تو اس نے امید ہی نہ رکھی تھی پر پہلے والا انکم آنٹی جاری نہ رکھنے پر اس کا دل مزید رنجیدہ ہوا۔

"فری کا یہ سب سے اچھا ڈریس ہے۔" دھیما لہجہ

"آپ اس کے لیے شاپنگ کر کے نہیں آئیں؟" اب داؤد حیرت سے پوچھ رہے تھے۔ فری ٹکر ٹکر ان تینوں کو دیکھ رہی تھی۔

"نہیں وہ بے حد مہنگے تھے۔ آٹھ دس ہزار کے بچگانہ سوٹ لان سنف میں خریدنا بے وقوفی ہوتی۔" داؤد اسے دیکھ کر رہ گئے۔

"تو پھر اسے ماسی کے پاس چھوڑ جائیں۔" جاذب گھڑی دیکھ کر بولا۔

"نہیں لے جاتے ہیں، ٹھیک ہی لگ رہی ہے۔" داؤد نے رائے دی۔

"جیسے آپ لوگوں کی مرضی......" جاذب نے ہتھیار ڈال دیے۔

urdunovels.com

"فری! آپ گھر میں رہو بیٹا! میری بیٹی رہ لے گی نا؟"

"جی مما۔"

داؤد نے ایک دو بار اصرار کیا لیکن آصفہ نے جاذب کی بات کو ہی فوقیت دی۔

"میں شاپنگ کرنے بھی اکیلی گئی تھی وہ رہ لے گی۔" اس نے داؤد کو تسلی دی۔

"آپ بچی کے ساتھ رہیے گا۔ ایک لمحہ بھی دور جانے کی ضرورت نہیں۔" رفعت نے سر ہلا دیا۔

جاذب کو یہ بچی اور اس کا شور و غل پسند نہیں آئے گا اندازہ تھا پر اسے اتنا چبھے گی یہ معلوم نہیں تھا۔

وہ ڈرائیونگ کرتے گاہے بہ گاہے ڈیش بورڈ پر انگلیاں بجاتے بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔ پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر سٹیریو آن کر دیا

دل گیا تم نے لیا ہم کیا کریں
جانے والی چیز کا غم کیا کریں

پاپا کی کلیکشن۔ وہ میڈم نور جہاں کی سریلی آواز سن کر مسکرایا۔

تند خو ہے کب سنے وہ دل کی بات
اور بھی برہم کو برہم کیا کریں
دل گیا تم نے لیا ہم کیا کریں
جانے والی چیز کا غم کیا کریں

تقریب وسیع پیمانے پر تھی اسی لیے آصفہ اور داؤد احمد کو مبارک باد بھی اسی حساب سے مل رہی تھی۔

آصفہ نے دیکھا جاذب ان کے پاس سے ہٹ گیا تھا۔ آصفہ تو آصفہ خود داؤد بھی اسے بار بار مبارک دیتے لوگوں سے بیزار لگے لیکن وہ بڑے وقار سے پیش آ رہے تھے۔

"عین وقت پر آنے کی وجہ سے ہم لوگ شدید ناراض تھے پر بھابھی کو مل کر طبیعت خوش ہو گئی ہے۔ جاذب نہیں آیا؟"

ساڑھی میں ملبوس خوب صورت سی خاتون اور ان کی بیٹی نے داؤد اور آصفہ کی میز پر آ کر کرسیاں کھینچیں اور بیٹھ گئیں۔

لڑکی اشارہ کر کے جاذب کو بلا چکی تھی وہ بھی آ کر بیٹھ گیا۔

"کتنے دن سے میرے میسجز کا جواب نہیں دے رہے نہ کال سن رہے ہو۔" میرا ارادہ تھا گھر آ کر تمہارے کان کھینچوں۔"

"بزی تھا آپی......" جاذب شرمندہ ہوا۔

"تمہیں پتا بھی ہے آپی اب مہمان ہے پھر بھی نہ گھر چکر لگایا نہ کال کی۔" اب خاتون بھی جاذب سے مخاطب تھیں۔ داؤد بالکل چپ تھے آصفہ کو اندازہ ہوا کہ کوئی بہت قریبی لوگ ہیں۔

"میں جلدی چکر لگاؤں گا۔"

"آنٹی، کو بھی ساتھ لانا۔ داؤد انکل کے پاس تو وقت نہیں ہوگا۔ لڑکی نے طنز کیا تو داؤد بھی گفتگو میں شامل ہو گئے۔

"آنٹی! آپ نے اچھا کیا۔ اکٹھے دو سوٹ لے کر ٹیلر (درزی) کو دیے ہوں گے مجھے تو پتا ہی نہیں تھا یہ ڈیزائن دو شرٹ کے کپڑے سے بنتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ٹیلر کے بتانے پر جب میں دوبارہ سیم ڈریس لینے گئی تو پتا چلا آؤٹ آف سٹاک ہو چکا۔

میں نے یہ ایک ہی شرٹ کے کپڑے سے خود سلائی کیا ہے۔ آپ مجھے دے دیتا میں کر دوں گی ٹیلر اوورکنگ بہت کرتے ہیں اس لیے کپڑا زیادہ مانگتے ہیں۔ خواتین الگ طرح سے کٹائی کر کے سیم ڈیزائن بنا لیتی ہیں۔" آصفہ نے جھجکتے ہوئے سر پہ پیور کا دوپٹا واپس اوڑھ کر لڑکی کو جواب دیا۔

"یہ آپ نے خود سلائی کیا ہے؟" وہ ماں بیٹی شاکڈ تھیں۔ وہ داؤد اور جاذب کے سامنے شرمندہ ہو کر رہ گئی۔

"نورین کے گھر بھی سلائی مشین چلنے لگی ہے۔" آصفہ کو عورت کا تبصرہ سمجھ میں نہیں آیا۔

اسٹچنگ میری ہابی ہے، مجھے سلائی کرتے سکون ملتا ہے۔" قدرے ٹھہرے لہجے پر ان باپ بیٹے نے اسے ایک نظر تو ضرور دیکھا تھا۔

"سر، آپ کی ایک فیملی فوٹو تو ہونی چاہیے۔" جانے کون تھا جو انہیں اور آصفہ کو کھڑے ہونے کا کہہ رہا تھا۔ داؤد نے اشارہ کر کے جاذب کو بھی کھڑا کر لیا۔

"بھابھی کے قریب ہو جائیں۔ آپ ہی کی بیوی ہیں۔" کسی ہم عمر نے چوٹ کی۔

"تم اپنی گورنمنٹ سے چھپتے پھر رہے ہو مجھے قریب کر کے کون سی دشمنی لینی ہے، وہ دایاں بازو آصفہ اور بایاں جاذب کے کندھے پر رکھ کر کلوز ہوئے۔

"ہم ایک ہی چہرے سے اکتا چکے آپ کی بات الگ ہے۔" اس بات پر آصفہ نے داؤد کے اپنے کندھے پر دھرے بازو میں واضح ٹینشن محسوس کی۔ اس کے باوجود وہ ٹینشن زدہ لمس اسے سمٹنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اسٹیج سے اترتے آصفہ نے فری کی ہم عمر بچی کو بغور دیکھا۔

اسے لے آتیں تو اب کسی کے بچے یوں بغور تو نہ دیکھنا پڑتے۔" ان کی آواز دھیمی پر لہجہ جتاتا ہوا تھا۔

"ایسی بات نہیں۔ میں بچی کے سوٹ کا ڈیزائن دیکھ رہی تھی۔ ایسا ہی فری کا سلائی کروں گی۔ پانچ ہزار میں بن جائے گا جو انہوں نے پندرہ میں خریدا ہوگا۔

وہ اسے دیکھ کر رہ گئے وہ ہر لحاظ سے نورین کا الٹ تھی۔

☆☆☆

آج کل وہ مارکیٹ سے کپڑا لا کر برانڈڈ ڈریسز کے ڈیزائن فری کے کپڑوں پر اتار رہی تھی۔ فری کتاب پکڑے صوفے پر پاؤں رکھ کر بیٹھی زور زور سے ایک ہی لفظ کو رٹا مار رہی تھی۔ جاذب نے سلائی مشین کی چکھ چکھ جیسی آواز اور فری کے غلط تلفظ کو جھنجلا کر دیکھا۔ آصفہ نے اسے آتے دیکھ کر فوراً ہی مشین روک دی۔

"کھانا لگاؤں؟" چاہنے کے باوجود آصفہ سے بیٹا نہیں کہا گیا۔

اس نے نفی میں سر ہلا کر خنک انداز میں فری کے غلط بولے جانے والے لفظ کو درست کیا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

آصفہ کو خوشگوار حیرت ہوئی۔ وہ غصے سے ہی سہی پر فری کا انگریزی تلفظ درست کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ خود تو وہ اتنی مگن تھی کہ دیکھ ہی نہ پائی کہ بچی کیا پڑھ رہی ہے۔ حالانکہ اسی کی تعلیم کی خاطر اسے اعلیٰ تعلیم دلا کر پیروں پر کھڑا کرنے کی خاطر ہی تو دوبارہ سے زہر پیالہ بھرا تھا۔ جاذب کی کریکشن کی خوشی میں اس نے مشین سمیٹی اور اپنے کمرے میں آ کر بیڈ پر لیٹ گئی۔

"آپ تو آپ، آپ کا بیٹا آپ سے زیادہ خشک ہے۔"

تصور میں داؤد سے مخاطب ہوتے اسے کندھے پر ان کا گریز پالمس بھی محسوس ہونے لگا تو کسمسا کر کروٹ بدل لی۔ نیند پہلے ہی انتظار میں تھی۔ فری نے ماں کی گہری نیند دیکھی تو ہولے ہولے بیڈ

Scanned with CamScanner

سے نیچے اتر آئی۔ پھر وہ بے آواز دروازہ کھول کر ایک اور کمرے میں داخل ہو گئی۔ جاذب نے بخار سے اکڑے و درد سے دہائی دیتے بدن کو ذرا سا موڑ کر رخ بدلا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی عین اس کے سامنے بیڈ کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

''آپ باہر کیوں نہیں بیٹھ رہے میں اداس ہو گئی ہوں۔''

''چل چھوٹی۔''

''میں اداس بھی بلیوی۔ پر مما اب لاؤنج میں ہی سلائی کرتی رہتی ہیں اس لیے تو میں آئی نہیں،'' وہ نہیں آنے دیتیں نا۔'' اس کا انداز بے حد کیوٹ تھا کارٹون دیکھ دیکھ کر زبان بھی نکھرتی جا رہی تھی اب وہ انگریزی کے الفاظ بے خبری میں بولتی تھی کہ گھر میں بھی زبان استعمال ہوتی تھی۔

''ہوہم۔ تمہاری مما کے ٹرسٹ ایشوز ہیں شاید اس لیے میرے روم سے منع کرتی ہیں۔''

''یہ ٹرسٹ ایشوز کیا ہوتے ہیں؟'' وہ پوچھاں جھلا کر پوچھ رہی تھی۔ آج تو فراک بھی بہت اچھی پہن رکھی تھی۔

''بڑی ہو جاؤ گی تو خود پتا چل جائے گا۔''

''آپ تو بڑے ہو۔ لیلی کا بڑا بھائی بھی آپ جتنا ہے وہ تو اسے سب بتاتا ہے آپ بھی ابھی بتا دو۔''

''میں تمہارا بھائی نہیں ہوں۔'' وہ خشک انداز میں بولا۔

''مما نے بتایا ہے آپ میرے بھائی ہو۔''

وہ اب چھوٹی چھوٹی ہتھیلیاں اس کے میٹرس کے کنارے پر رکھ کر کبھی اوپر اٹھ رہی تھی کبھی پاؤں نیچے لگا لیتی، وہ اس کے پش اپس جیسے کھیل کو دیکھے گیا۔

''اوہ! یہ کیا ہے؟'' وہ اب اس کے سینے کے پاس پڑے فوٹو فریم کو اٹھا چکی تھی۔

''یہ کون آنٹی ہے؟''

''یہ میری مما ہے۔''

''آپ کی مما کہاں ہے؟''

''نہیں ہے۔'' اس نے ہونٹ بھینچ کر گلے کی گلٹی حلق میں اتاری۔

''میرے پاپا نہیں ہیں۔'' وہ سادگی سے کہہ رہی تھی۔ جاذب کے اندر واضح سرد احساس اترا۔

''تمہیں اپنے پاپا یاد آتے ہیں؟''

وہ چند لمحے اس کی بخار زدہ سرخ آنکھیں دیکھے گئی پھر نفی میں سر ہلا دیا۔ ''آپ کو اپنی مما یاد آتی ہے؟''

''بہت۔''

اس کی آنکھوں میں نمی چھلکی تو فری بے چین ہو کر اس کے بیڈ پر چڑھ گئی۔ وہ اسے ٹوکنا چاہتا تھا پر وہ بچی ایسی جلد باز اور متحرک تھی کہ سوچنے سے پہلے ہی کوئی فعل سر انجام دے جاتی تھی۔ اس نے اپنے نرم ہاتھ سے اس کی آنکھوں کی نمی صاف کرنا چاہی وہ منہ پھیر گیا۔

''کیا کرتی ہو؟'' جھنجھلاہٹ سی طاری ہوئی۔

''جاذب بھائی! آپ میری مما کو اپنی مما بنا لو پھر آپ کو اپنی مما یاد نہیں آئے گی۔ میری مما بہت اچھی ہیں۔''

وہ بے اختیار لمحے پر قابو پا چکا تھا۔ ویسے بھی جس عمر میں تھا اس میں لڑکے آنسو بہانے کو توہین سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی ان کے آنسو دیکھ لے تو انہیں برا بھی فوراً لگ جاتا ہے۔

''بیڈ سے نیچے اترو فوراً۔'' اس نے اپنی کمزوری کا غصہ اس پر نکالا اور ہاتھ پکڑ کر اسے نیچے اتارنا چاہا۔

''بھائی، آپ کو تیز والا بخار ہوا ہے؟'' وہ اب اس کے نرم سے روئیں بھرے ہاتھ کو چھو رہی تھی۔

''گیٹ لاسٹ فرام مائی روم۔ تمہاری مما نے دیکھ لیا تو تمہیں مار پڑ جائے گی۔ نکلو ادھر سے۔'' اس نے خاصی بلند آواز میں تلخی سے کہا تو وہ ڈر کر بھاگ گئی۔

☆☆☆

''ساری دوپہر تم سوئی نہیں ہو؟'' آصفہ نے

digest library.com

حیرت سے دیکھا وہ اکیلی کارپٹ پر بیٹھی سانپ سیڑھی کا کھیل کھیل رہی تھی۔

"مجھے نیند نہیں آئی۔" بے نیازی سی بے نیازی تھی وہ فریش ہو کر باہر نکلی۔

"رفعت! چھوٹے صاحب نے کھانا کھایا؟"

"نہیں باجی! وہ تو کمرے سے ہی نہیں نکلے۔"

"اچھا اتنی دیر تو وہ نہیں سوتا۔" خود کلامی کی۔ وہ اس کے سارے معمولات جان چکی تھی۔

"جاذب بھائی سو نہیں رہے، ان کو تیز والا بخار ہوا ہے۔"

"تمہیں کیسے پتا؟"

"میں ان کے پاس گئی تھی تو ان کو بہت تیز بخار ہوا تھا۔"

"تو بتانا تو تھا۔"

"آپ سو رہی تھیں۔" فری نے کندھے اچکائے۔

وہ تیز قدم اٹھاتی دستک دے کر انتظار کیے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ کمبل اوڑھے بے سدھ پڑا تھا۔ آصفہ نے بھاگ کر پیشانی چھوئی پھر جیسے اس کے توتے اڑ گئے۔

"جاذب آنکھیں کھولو۔" وہ اسے پکارتی جا رہی تھی ساتھ ہی کمبل اتار دیا۔

"رفعت جلدی کرو، خیرو بابا اور مدثر کو بلاؤ۔"

اب وہ اس کی شرٹ کے بٹن کھول رہی تھی اس نے کسمسا کر شرٹ مٹھی میں بھینچ لی جیسے اس کے سامنے اتارنا نہ چاہتا ہو۔

"میرے بچے ٹمپریچر نارمل کرنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔ ہم ابھی ڈاکٹر کے چلتے ہیں تب تک مجھے فرسٹ ایڈ تو کرنے دو۔" اس نے غصے سے اس کے ہاتھ اپنے سینے سے جھٹک ڈالے۔ خیرو بابا اور مدثر پہنچ چکے تھے۔

"مدثر، ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔ خیرو بابا آپ کو معلوم ہے صاحب کس ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں؟"

"ہاں جی بیگم صاحبہ" ڈاکٹر مصطفیٰ کے پاس جاتے ہیں وہ۔ گھر آ بھی جاتے ہیں آپ صاحب کو کال کرلیں۔"

"جاذب کی طبیعت سنبھل جائے پھر کروں گی ابھی میرے ساتھ چلو۔"

"میں نے پیناڈول کھائی ہے، ٹھیک ہو جاؤں گا۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔"

مجبوراً اسے داؤد احمد کو کال کرنی پڑی تھی۔

ہسپتال پہنچتے ہی جاذب کو ڈرپ لگا دی گئی۔ بخار ایسا تھا، کہ ٹوٹنے میں نہ آ رہا تھا مغرب کے بعد درجہ حرارت نیچے آیا تو آصفہ کو سکون ہوا۔ اس نے ٹھنڈی پٹیاں سائیڈ پر رکھیں اور بے دم ہو کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔

"خیرو بابا۔" وہ نحیف آواز میں خیرو بابا کو پکار رہا تھا۔

فری بھی ان کے پاس چلی آئی۔ آصفہ نے بھی اپنا سر اس کے چہرے کے پاس جھکا کر پوچھا۔

"کیا کہتا ہے خیرو بابا سے؟"

"سر دبواتا ہے، بہت درد ہے۔"

"خیرو بابا ماں سے اچھا دبائے گا؟ بیٹا، میرے ساتھ ایسے نہ کرو۔ کیا ماں بس ایک ہی ہوتی ہے؟ مجھے بھی اپنی ماں ہونے کا اعزاز بخش دو، میں نے بہت دکھ دیکھے ہیں بیٹے کی خوشی دے دو۔"

اس کی نس نس سے ممتا کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ اس کی ہر آتی جاتی سانس سامنے لیٹے بچے کے باپ کی محبت میں ڈوب چکی تھی۔ اب اسے اپنے شوہر سے اس عمر میں محبت ہونے پر شرمندگی بھی نہ تھی۔ اس کی ممتا کے جذبے سے بھرپور انگلیاں جاذب داؤد احمد کا سر دباتی رہیں۔ کینولا لگا ہاتھ سہلاتی رہیں۔ وہ نوعمر لڑکا بے خبر سوتا رہا۔

رات کے ڈھائی بجے تین دن کا وزٹ چھوڑ کر دوسرے شہر سے داؤد احمد ہسپتال پہنچے تو فری بیڈ پر سو رہی تھی آصفہ جاذب کے بیڈ کے پاس رکھی کرسی پر

Scanned with CamScanner

بیٹھی تھی۔

"کیسی طبیعت۔"

آصفہ نے ان کے بولنے سے پہلے لبوں پر انگلی رکھ کر خاموشی کا اشارہ دیا پھر ہولے سے اٹھ کر دروازہ کھول کر انہیں لیے باہر آگئی۔

"اب بہت بہتر ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ تین بار چیک کر کے اب گھر چلے گئے ہیں۔ ساتھ ہی مجھے کہا ہے جب چاہیں انہیں کال کرلوں۔"

"ہمم۔ اتنا بخار ہو کیسے گیا؟" وہ تشویش سے پوچھ رہے تھے ان کی باڈی لینگویج سے لے کر آنکھوں تک سے بیٹے کی وجہ سے اضطراب جھلک رہا تھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں، وہ صبح تک بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے بے ساختہ ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پریشانی بٹانی چاہی تو وہ سر ہلا کر اندر کی طرف بڑھ گئے۔

"تم گھر چلی جاؤ۔" میں جاذب کے پاس ہوں۔"

"نہیں آپ چلے جائیں۔ طویل سفر سے تھکے ہوئے ہیں۔ میں ادھر ہی ہوں۔"

پھر جیسے خاموشی سے وہ دونوں ہی جاذب کے پاس رک گئے تھے۔ چوبیس گھنٹے بعد انہیں ڈسچارج کر دیا گیا لیکن آصفہ نے گھر بھی فوجی ہسپتال بنا ڈالا۔ جاذب کے کھانے پینے سے لے کر دوا تک ڈاکٹر کے بتائے وقت سے لمحہ بھر ادھر سے ادھر نہ ہونے دیتی۔ آصفہ کی اس درجہ ذمہ داری کو دیکھتے ہوئے داؤد اگلے ہی دن دفتر چلے گئے لیکن جاذب کی تیمارداری کرنے والوں کا تانتا بندھا رہا۔

"دیکھ لیا صاحب جی! بیگم صاحبہ نے آپ کی ساری ذمہ داری بانٹ لی ہے، گھر گھر لگنے لگا ہے۔"

خیرو بابا کی بات پر وہ پھیکا سا مسکرا دیے کہ بات تو ٹھیک تھی۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے، آپ اس وقت بھی ٹہل رہے ہیں؟"

خیرو بابا نے اپنی گھڑی دیکھی رات کے گیارہ ہونے والے تھے اس گھر کے مکین عشاء پڑھ کر بتیاں بند کر دیتے تھے۔

"بارہ بجے جاذب کو دوا کھلانی ہے اس لیے جاگ رہا ہوں۔" گرمی شدید تھی وہ کچھ ٹھنڈا پینے کی غرض سے کچن کی طرف آئے تھے کہ اس وقت سارے ملازم اپنے ٹھکانوں پر ہوتے تھے اپنے کام خود کرنا پڑتے تھے، آگے آصفہ کھڑی تھی۔

"تم نے تو کہا تھا سونے لگی ہو میں جاذب کا خیال رکھوں۔"

"جی ارادہ تو یہی تھا کہ نیند پوری کرلوں دو تین دن سے جاذب کی طبیعت کی وجہ سے بے چینی ہی رہی ہے......" ساتھ ساتھ وہ ہاتھ میں پکڑی بوتل کا ڈھکن کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"لیکن نیند نہیں آئی۔ جاذب کو بارہ بجے دوا دینے والی بات ذہن سے ہی نہیں نکلی تو پھر میں نے سوچا دوا کھلا کر نیند آئے گی۔"

اب وہ ٹشو پیپر بوتل کے ڈھکن پر رکھ کر کھولنے کی کوشش کر رہی تھی اس کی ناکام کوشش پر ان کی جھنجھلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔

"یہ مجھے کیوں نہیں کہہ دیتی۔"

"جاذب کی میڈیسن کے لیے میں جاگ ہی رہا تھا......" ساتھ ہی انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے بوتل جھپٹ کر جھٹکے سے ڈھکن لوز کر کے واپس اسے تھمائی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے کچن سے نکلتے چلے گئے۔ آصفہ نے دم بخود ہو کر پہلے بوتل دیکھی پھر ان کا انداز سوچا اور پھر بے اختیار ان کے لمس بھری بوتل کی گردن چوم لی۔

یہ مجھے ہوتا کیا جا رہا ہے پاگلوں جیسی حرکتیں کرنے لگی ہوں۔ وہ ڈھکن کھول کر اس کے اندر جمی برف دیکھ رہی تھی جس کو وہ ایک جھٹکے میں توڑ کر ڈھکن کھول گئے تھے۔

☆☆☆

وہ اتوار کی گرم شام تھی داؤد احمد اپنے کمرے

Scanned with CamScanner

digest library.com

سے نکلے تو خیرو بابا کے کوارٹر کے ساتھ والا ڈرائنگ روم انہیں آباد نظر آیا۔ بالوں میں ہاتھ پھیر کر رف حلیے میں وہ اسی طرف بڑھ گئے۔ جاذب سمیت پانچوں لڑکوں نے انہیں کھڑے ہو باجماعت سلام کیا۔

"جاذب کی طبیعت پوچھنے آئے ہیں انکل۔"

اچھی بات ہے تو اب پھر کھانا کھا کر ہی جا سکتے ہو۔

"نہیں انکل، ہم تو جاذب کو ساتھ لے کر جانے کا پلان کر رہے ہیں۔"

"جو بھی الا بلا کھائی ہے جاذب آرڈر کر لے۔ کم سے کم ابھی دو چار دن اسے گھر سے نکلنے کی بالکل اجازت نہیں۔" وہ کھڑے کھڑے بات کر رہے تھے۔

"انکل، بیٹھیں نا پلیز!"

اس سے پہلے کہ وہ بیٹھتے فری دوڑتے بھاگتے اندر پہنچی، لان کی گیلی مٹی سے لتھڑے اس کے جوتے کارپٹ پر جوتا چھاپتے ہوئے جاذب تک پہنچے پھر ان کے دیکھتے دیکھتے وہ بچی جاذب سے لپٹی، اس کا گال چوما اور بے ترتیب گلدستہ نما پھول اس کی طرف بڑھا دیے۔

"گیٹ ویل سون جاذب بھائی۔"

وہ حلق دبا کر تھوک نگلتے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ بچی کی جسارت نے انہیں جو شاک کیا سو کیا۔ اصل حیرت تو اپنے بیٹے پر ہوئی جس نے اس کمزور سی بچی کو بازو کے حلقے میں لے لیا تھا۔ ان کے حساب سے تو الٹے ہاتھ کا تھپڑ آنا تھا پر۔

"ماشا کا بیئر جب sick ہوا تو ماشا نے ایسا نوکے بنا کر اسے دیا تھا۔" فری اب جاذب کو بوکے کا بتا رہی تھی۔

جاذی!" یہ کون ہے؟"

"بہن ہے میری۔"

وہ چٹختے اعصاب کے ساتھ باہر نکل آئے۔

"ڈوڈ، ایسے کیسے بہن۔ تمہاری ماما کی جب ڈیتھ ہوئی تم اکلوتے تھے ماما فوت ہو گئیں تو بہن کیسے؟؟"

"باپ تو زندہ ہے، فری تم جاؤ۔" انہیں جاذب کی آواز سنائی دی وہ وہیں تھم گئے۔

"میں نہیں مانتا یار۔"

"کیوں تجھے میرے باپ کی صلاحیتوں پر شک ہے؟" جاذب کے اس درجہ بولڈ جواب نے انہیں قصبے کی میٹرک کی کلاس میں پہنچا دیا۔ ان کے پیروں سے بگولے لپٹے پلک جھپکتے میں وہ اپنے کمرے میں تھے تاکہ مزید گفتگو ان کے کانوں میں نہ پڑے۔ انہیں یقین تھا دوسری شادی کا ذکر ہو رہا ہوگا۔

جاذب کے ساتھ بالکل اچھا نہیں ہوا مجھے یہ اسٹیپ لینا ہی نہیں چاہیے تھا۔ میں نے خود جاذب کو اشتیاق والی پوزیشن پر دھکیلا ہے۔ نوکر چاکر مالکوں کی موجودگی میں بھی کرپشن کیا ہی کرتے ہیں میرے گھر ہو گئی تو کون سی قیامت آ گئی تھی۔ نورین کے بعد خود پر بندھ باندھتے تو میں سیکھ ہی چکا تھا اب بھی آصفہ سے میرا ایسا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اس ساری نفس کشی کے بعد بھی جاذب کے لیے تو یہ حقیقت ہے کہ اس کے باپ نے شادی کر رکھی ہے۔ انہوں نے اپنے سر کے بال مٹھیوں میں جکڑے۔

جب یہ حقیقت بدل ہی نہیں سکتی تو بہتر نہیں ہے آصفہ کو اپنا لیا جائے اپنے خوف سے نکلا جائے۔ پچھلے کئی روز سے اس کی ارد گرد موجودگی انہیں ڈسٹرب کرنے لگی تھی اس کے خالص بیویانہ انداز ان کے اندر استحقاق جگا رہے تھے اس کا خلوص اور نورین سے یکسر الٹ طبیعت اس نئی فطرت کو دریافت کرنے پر اکسانے لگی تھی۔ اپنے احساسات انہیں خود کو جاذب کا مجرم بنانے پر تلے تھے۔ اگر انہوں نے زندگی کے پچاس رنگ نہ دیکھ رکھے ہوتے تو طبیعت کی چڑچڑاہٹ کے باعث اب تک کئی چیزیں توڑ دیتے۔ خود پر کنٹرول پر انہیں ناز تھا پر دفتر عملہ ان کی چڑچڑاہٹ بھگت رہا تھا انہیں اچھی طرح خبر تھی۔

دفتر میں اپنی بے جا سختی کا خیال آتے ہی وہ

مزید بے چین ہو کر سگریٹ سلگا کر اپنے ہی روم سے باہر نکل آئے۔ سگریٹ پھونکتے عادتاً نیچے جھانکا تو وہ سامنے ہی ہاتھ اٹھا کر بالوں کا جوڑا باندھ رہی تھی انہوں نے نظر نہ پھیری بلکہ پہلی بار وہ بغور اور دانستہ اس کا جائزہ لینے لگے۔ لیمن گرین نفیس سوٹ زیب تن تھا، سپر ماڈل جیسا چھریرا بدن، نمکین رنگت جوان بکے کھرا آکر دمکنے لگی تھی۔ وہ پُرکشش عورت تھی اتنی پُرکشش کہ انہیں متوجہ کر رہی تھی۔

مجھے کم سے کم بھی پچاس سالہ خاتون سے شادی کرنی چاہیے تھی، آصفہ سے تو ہرگز نہیں ہونی چاہیے تھی۔ یہ تو اپنی عمر سے بھی کم دکھتی ہے اور۔ اور اگر میں اپنے احساسات سے مجبور ہو کر اسے اپنے کمرے میں لے آتا ہوں تو خدانخواستہ پوتا کھلانے کے عمر میں اپنا بچہ بھی پالنا پڑ سکتا ہے۔ جاذب تب تو یقیناً پکا پکا گھر چھوڑ دے گا کسی کی بچی کو بہن کہہ دینا آسان ہے لیکن اپنے باپ کی بڑھاپے کی اولاد کو بلا جھجک قبول کرنا بہت مشکل ہے۔

جس کو دیکھو عورتوں کے مسائل پر بول رہا ہے یہ تک ساری جو تنگ تمام این جی اوز بھی عورت سے آگے نہیں جاتیں۔ مرد کیا انسان نہیں ہیں یا ہمارے مسائل نہیں ہیں۔ مجھ جیسے جانے کتنے مرد انہی حالات سے دوچار ہیں اور مجبور بھی اتنے کہ اختیار ہوتے ہوئے بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ لعنت ہے بھئی ہماری مردانگی پر۔

انہوں خود کو کوس کر سگریٹ نیچے پھینک کر یوں مسلی گویا مسائل کو جوتے تلے مسل رہے ہوں۔

جناب داؤد صاحب اپنے آپ کو مجبور و مظلوم زنانی سمجھو اور چپ چاپ جیسی گزر رہی ہے گزارو اچھے مرد نظریں جھکا کر رکھتے ہیں۔ جیسے شروع سے رکھتے آ رہے ہو۔

انہیں اپنی شخصی وجاہت و فٹنس کا اندازہ تھا لیکن اپنے چارم کی اصل خبر تو نورین کے بعد ہوئی جب اپنے ہی دفتر و فیلڈ سے کنواری، کم عمر، ہم عمر، مجبور غرض ہر طرح کی خواتین انہیں ادائیں دکھا کر متوجہ کرنے لگیں انہیں ان کے سرکل کے ذریعے شادی کے لیے اپروچ کیا جانے لگا انہیں معلوم تھا آج کل سیٹلڈ مرد کی بڑی ڈیمانڈ ہے ان کے پاس شخصیت و مالی آسودگی دونوں تھی تو آفرز آنا غیر معمولی بات ہرگز نہ تھی حالات نے آصفہ کو ان کی زندگی میں شامل کیا تو اب مخصوص سرکل آصفہ سے رشک و حسد میں مبتلا تھا وہ تو وہ خود گھریلو عورت تھی ورنہ بے وجہ بے چین ہو سکتی تھی۔

آصفہ بیگم دنیا دیکھ رکھی ہے انسان کے ان گنت رنگ دیکھتا ہوں اس لیے تمہاری وارفتگی کا رنگ بھی پہچانتا ہوں لیکن مجھے کوئی حق نہیں تمہارے ساتھ اچھا وقت گزاروں اور تمہیں کائنات کے آفاقی رشتے سے محروم رکھوں۔

ہی مرد مجبور نہیں ہوتے، یہ مردوں کا معاشرہ ہے وغیرہ وغیرہ...... لبوں پر آتی خالص پنجابی گالی انہوں نے دانتوں تلے کچل کر دیوار کو ٹھوکر ماری۔

☆☆☆

"آصفہ ماں، آپ اب بھی ڈائجسٹ پڑھتی ہیں؟" منال شام کی اخبار کے ساتھ پڑے اسی مہینے کی خواتین، شعاع اور کرن کے شمارے دیکھ رہی تھی۔

"خاندان میں سب سے پہلے تمہاری مما نے پڑھنا شروع کیے تھے۔ مصباح باجی کی وجہ سے مجھے مطالعے کی عادت لگی۔"

"مما نے تو ہماری ہوش سے پہلے ہی پڑھنا چھوڑ دیا۔ کتابیں پڑھنے والی ماؤں کو دیکھ کر کتنا اچھا لگتا ہے۔"

مصباح سے بیٹی کی حسرت دیکھی نہ گئی تو قدرے جتا کر بولیں۔

"آصفہ نے بھی تو چھوڑ دیے تھے۔ اب جابجا کتابیں رسالے یوں ڈال رکھے ہیں جیسے پروفیسر ہی یہ ہو۔"

"باجی، میں نے شادی کے بعد پڑھنا چھوڑا تھا کیونکہ ان لوگوں کو ناول، رسالے پڑھنے والی لڑکیاں خراب لگتی تھیں۔ بعد میں بھی خریدنے کے لیے پیسے نہیں ہوتے تھے۔" اس نے مدھم لہجے میں وضاحت دی۔

Scanned with CamScanner

digest library.com

"چلو یہاں تو خوب پیسے ہیں۔ کوئی روکنے ٹوکنے والا بھی نہیں بھلے رسالے منگا دیا مسالے۔"

مصباح کے جل کر کہنے پر منااہل نے ماں کا ہاتھ دبایا کہ انہی کے گھر میں بیٹھ کر انہی کو سنا رہی ہو۔ یونیفارم بدل کر پھوپھو اور منااہل کے پاس بیٹھنے کے لیے آتے جاذب نے منااہل کی حرکت دیکھ لی۔

"آپ کو تو پتا ہے باجی، مجھے کھانا بنانا بھی کتنا پسند ہے اس لیے مسالے بھی منگواتی ہی رہتی ہوں۔ آپ کو یاد ہے ابا جی بھی میرے اس شوق کے لیے رنگ رنگ کے مسالے لایا کرتے تھے بس نہیں پسند تھا تو پڑھنا ہی پسند نہیں تھا اتنی منتیں کی تھیں ہوسٹل بھیج دیں پر کہاں جی۔"

وہ گزرا وقت یاد کر کے ہنس رہی تھی حالانکہ پہلے روتی تھی، اسی مصباح سے گلے کیا کرتی تھی کہ ابا جی اور قیوم بھائی نے ڈھنگ سے پڑھنے بھی نہ دیا۔ پڑھنے دیتے تو کسی اچھے مقام پر اپنے پیروں پہ کھڑی ہوتی۔ فریحہ اور وہ بھائیوں کی محتاج نہ ہوتی تب مصباح اس سے ہمدردی کیا کرتی تھی آج وہ بھاوج بھی تو اچھے حال میں دیکھ کر خواہ مخواہ غصہ آرہا تھا۔ انسان بھی عجب گورکھ دھندہ ہے کسی کے غم میں غمگین ہو جاتا ہے پر کسی کی خوشی میں بمشکل خوش ہوتا ہے مصباح اسی سٹیج سے گزر رہی تھی۔

"قیوم ماموں بتاتے ہیں جب آپ کی تعلیم چھڑائی آپ بہت روئی تھیں کھانا تک چھوڑ دیا تھا۔"

"ہاہاہا بالکل۔ پھر بھی کسی پر اثر نہیں ہوا تھا۔ آج کل تم لوگ کے باپ تو جان دینے پر اتر آتے ہیں، ہمارے وقتوں میں باپ جان نکالنے پر یقین رکھتے تھے۔" لاؤنج میں داخل ہوتے داؤد احمد نے بڑی وضاحت سے اس کی بات سنی اور طنز کھوجنا چاہا کہ وہ ان پر طنز تو نہیں کر رہی۔

ان سب سے بے نیاز فری ایل ای ڈی کے بالکل پاس صوفے کے اوپر کھڑی ہو کر اپنے پسندیدہ کارٹون دیکھ رہی تھی جب کارٹون کردار گول گول گھوما تو وہ بھی صوفے پر گھومنے کی کوشش کرنے لگی کارنر ٹیبل پر لمبا پتلا اور نازک سا شیشے کا گلدان اس کا ہاتھ لگنے سے چھناک سے نیچے گرا اور درمیان سے قلم کی طرح ٹوٹ گیا۔ سارے اس کی طرف متوجہ ہوئے تو سہم کر اس نے وہی حرکت کی جو بچے کیا کرتے ہیں فوراً کانچ پکڑنا چاہا تھا۔ جاذب نے بھاگ کر اسے اٹھا کر صوفے پر کھڑا کر دیا۔ وہ کنفیوز اور شرمندہ سی اپنی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔

آصفہ نے ڈانٹنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

"مدثر، یہ کانچ سمیٹ لو اور رفعت کو میرے پاس کچن میں بھیجو کھانا لگانا ہے۔"

"جی باجی۔"

مصباح نے نقصان ہونے پر بھی سب کو خاموش دیکھا تو اسے مزید برا لگا۔

"یہ لڑکی کسی آفت سے کم نہیں ہے، نچلا بیٹھنا نہیں آتا۔ خدا جانے کیا کھالی ہے ہر وقت اسپرنگ بنی پھرتی ہے باجرہ اس کی بچی والی طبیعت درست کر کے رکھی تھی۔ ادھر آ میرے پاس۔"

بچی شرمندہ چہرے کے ساتھ ان کے صوفے کے نزدیک آگئی۔

"کیوں توڑا؟" وہ ڈپٹ کر پوچھنے لگیں۔

"پھوپھو، اس نے جان بوجھ کر نہیں توڑا۔" جاذب سے رہا نہ گیا۔

"جانے دیں باجی کوئی خاص نہیں تھا۔" داؤد نے بھی حمایت کی۔

"تو جو چیزیں خاص نہیں لگ رہیں اس لڑکی سے تڑوائی ہیں؟ میں تو آصفہ کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر حیران ہوں۔ کیا چیز بنی پھر رہی ہے، کپڑے جوتے اور انداز دیکھو ذرا۔ حالانکہ اس کے ہونٹوں سے پپڑی نہ اترتی تھی جیسے حالوں میں تھی، اب مالکن بنی پھر رہی ہے، اپنی بیٹی سے نقصان الگ کروا رہی ہے۔ مجال ہے اس افلاطون لڑکی کو اف بھی کہا ہو۔ داؤد تم اسے فری ہینڈ دے کر اچھا نہیں کر رہے۔ ہمارے سامنے یہ حال ہے بعد میں تو جانے کیا کیا اجاڑے نہ ڈلوائی ہوگی۔"

جاذب نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ داؤد چپ چاپ بہن کی گفتگو سن رہے تھے لیکن تاثرات ایسے تھے جیسے ان سنی کر رہے ہوں۔

''مما پلیز۔''

''چپ کرو تو پلیز کی لگتی نہ ہو تو، میرے بھائی کا گھر ہے، محنت سے کماتا ہے۔ ایسے کسی کے بچے توڑ پھوڑ کرتے برداشت نہیں ہوتے ......'' وہ بڑی تخی سے فریحہ کو کسی کا بچہ کہہ رہی تھیں...... ''میں دیکھ رہی ہوں ان باپ بیٹے کو ہمدردی کا بخار زیادہ ہی سر کو چڑھ چکا ہے۔ اسکول کی فیس کتنی دے رہو فری کی؟''

اس سے پہلے داؤد کچھ بتاتے، وہ اگلی بات پر پہنچ چکی تھیں۔ ''ہاجرہ ٹھیک کہتی تھی ان بہنوں کا تو ہاتھ ہی بڑا کھلا ہے بالکل چاچی مرحومہ پر گئی ہیں۔ تو دیکھ سوچ کر خرچ کیا کر۔ نورین والا ہاتھ رکھنے کی ضرورت نہیں وہ بیچاری تو خود کماتی تھی۔''

جاذب کو لگا اب اس کا باپ اپنی بہن کو بتائے گا کہ وہ حد درجہ کفایت شعار و خوددار عورت ہے اپنے اور اپنی بیٹی کے زیادہ کام خود کرتی ہے۔ کپڑے خود سلائی کرتی ہے۔ اسکول بھی عام سا ہے اور ٹیوشن پر بھی نہیں بھیجتی۔ اس کی نورین کی طرح سیلری نہیں آتی تو نورین کی طرح خرچیلی بھی نہیں ہے، کفایت شعار سے کچھ آگے کا لیول ہی ہوگا، پر اس کا باپ ایک لفظ نہ بولا یہاں تک کہ وہ ڈائننگ روم میں آگئے۔

''منال کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنی ہے۔ داؤد، تم نے ہر حال میں آنا ہے۔''

''ٹھیک ہے باجی۔''

''ٹھیک ہے نہیں لازمی آنا ہے۔ بیگانے لوگ ہیں حق مہر و شرائط پہلے ہی ڈسکس کرنی ہیں۔ اس لیے تیرا بیچ میں ہونا بہت ضروری ہے بھی تو خود کہنے آئی ہوں۔''

''میں سمجھتا ہوں باجی، اس لیے آپ پریشان نہ ہوں۔''

''ماموں آپ مامی کو بھی لایے گا۔ جاذب کا تو کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اور ہاں مما کی باتوں کو سیریس لینے کی بھی ضرورت نہیں ہے ماموں آپ کو تو مما کا پتا ہے۔'' منال منہ بسور کر کہہ رہی تھی داؤد احمد نے مسکرا کر شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''میں کسی سے کیا گلہ کروں میری اپنی اولاد میرے خلاف ہے۔'' مصباح اونچا بڑبڑائی۔

☆☆☆

خدا خدا کر کے شمال سے آنے والی ہواؤں نے گرمی کا خاتمہ شروع کیا تھا تو یدلتے موسم کے سبب ہر سُو اداسی بکھری محسوس ہوتی تھی وہ تینوں اپنے اپنے دائرے میں روٹین کی زندگی جی رہے تھے۔ فری اس جامد ماحول میں متحرک سیارہ تھی۔ آج وہ لوگ منال کی شادی کی تاریخ طے کی تقریب میں شریک ہونے جا رہے تھے اسی لیے زندگی پر طاری جمود ٹوٹتا سا لگ رہا تھا۔

''جاذب اسٹڈیز کیسی جا رہی ہیں؟''

''اے ون۔''

''آپ لوگوں کے شہر میں لاہور سے سر یاسر آتے ہیں اے لیول کو ان سے زیادہ شاندار ٹیوشن کوئی نہیں پڑھا سکتا۔ وزٹ کر لو۔''

''عبید بھائی! مجھے فی الحال کسی ٹیوشن کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ہوئی تو ضرور ان سے مل لوں گا۔''

بات کرتے اس نے دیکھا آصفہ کپ اکٹھے کر رہی تھی۔ پہلے وہ چائے بنا کر بھی لائی تھی داؤد کے دیے فری ہینڈ نے اسے بہت پر اعتماد کر دیا تھا اس کی دبی ہوئی شخصیت نکھر کر سامنے آئی تھی پر جیج سے اس نے نوٹ کیا خاندان کی خواتین کے سامنے وہ دب جاتی تھی جیسے داؤد سے شادی نہیں گناہ کر چکی ہو۔

''آصفہ، یہ کپ بھی لے لو۔'' مصباح نے چائے کا آخری گھونٹ بھرا۔ منال کے سسرال کو رخصت کرنے کے بعد وہ سب اب ایزی اور ڈھیلے ڈھالے موڈ میں آچکے تھے۔

''آصفہ، کچن میں جا ہی رہی ہو تو قیوم کے لیے تیز پتی کی چائے بنا دینا۔ انہوں نے کام والی کے ہاتھ کی پی نہیں۔ کہہ رہے تھے چائے کم گرم پانی

digest library.com

زیادہ لگ رہا ہے۔"

حاجرہ نے ایڑی والا جوتا اتار کر پیر صوفے پر رکھے اور آصفہ کو کام بتایا۔ منال خاندان کی سب سے بڑی لڑکی تھی پہلی شادی کی وجہ سے تاریخ کرنے بھی خاصی تقریب منعقد کی گئی تھی حاجرہ اور قیوم بھی مدعو تھے۔

"آنٹی، میرا خیال ہے میری مما بھی گیسٹ مہمان ہی ہیں اور تھک بھی چکی ہیں......" آصفہ ساکت ہوئی تھی۔ "آپ کی ہاؤس ہیلپ کم ہے تو زیادہ لوگوں کو نہ بلاتے۔"

وہ حد درجہ سنجیدہ تھا اب داؤد بھی متوجہ ہوئے تھے لیکن اس کی بات سوائے آصفہ کے کسی کو سمجھ میں نہ آئی۔ وہ آنکھوں میں آئے آنسو تیزی سے اندر اتارنے کی کوشش کرنے لگی۔

"مجھے سمجھ میں نہیں آیا جاذب، کیا کہہ رہے ہو؟" مصباح نے پوچھ ہی ڈالا۔

"پھوپھو، میں کہہ رہا ہوں میری ماں شاید نچلے درجے کی مہمان ہیں یا تھکی نہیں ہیں جو ہاؤس ہیلپ کے بجائے ان کو کام پر لگا دیا ہے۔"

"کون ماں؟" مصباح اب حیران تھی۔

"کیا ہو گیا ہے پھوپھو، آپ کے سامنے ہی تو کھڑی ہیں۔"

مصباح نے سامنے کھڑی آصفہ کو دیکھا جس کا ضبط کمال اوج پر تھا حالانکہ اس وقت اس کا دل کر رہا تھا سجدے میں گر جائے۔ داؤد نے اب بغور بیٹے کو دیکھا جواباً، جاذب نے ان سے بھی دوگنا اعتماد سے ان کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"شکریہ بیٹا۔"

آصفہ گاڑی کی دائیں ونڈو کے ساتھ بیٹھی تھی، داؤد ڈرائیو کر رہے تھے، جاذب پسنجر سیٹ پر تھا عین اس کے پیچھے سارے دن کی تھکی فری سو رہی تھی۔ شام تیزی سے رات کے گلے لگ رہی تھی ان کا واپسی کا سفر شروع تھا۔

"کس بات کا شکریہ؟ آپ کے لیے اسٹینڈ لینے کا؟" اس نے پلٹ کر دیکھا۔

"نہیں، ماں کہنے کا۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی چودہ سال اس نے مشقت کاٹی اسے کسی نے معتبر نہ کیا لیکن اگلی سیٹ پر بیٹھے نوعمر لڑکے نے چار مہینے میں اسے معتبر کر دیا تھا۔

"ماں کو میرے خیال میں ماں ہی کہتے ہیں۔"

وہ اس کے رونے پر پھیکا سا مسکرایا۔

"تو تم نے تسلیم کر لیا؟" داؤد احمد کو خود بھی معلوم نہیں تھا ان کی آواز سرسراتی ہوئی سی تھی۔

"پاپا، آپ کو کیوں لگتا ہے کہ میں تسلیم نہیں کروں گا۔" وہ اب سنجیدگی سے باپ کو دیکھ رہا تھا۔

داؤد نے گاڑی کچے میں اتار لی۔ شیشے نیچے کر کے ان کی تقلید میں وہ دونوں بھی باہر آ گئے۔ نہر کنارے چائے کا ڈھابہ کھلا تھا اس کی کھلی کرسیوں پر براجمان ہو کر بات آگے بڑھائی۔

"کیونکہ میں جانتا ہوں جوان اولاد کے لیے اپنی سگی ماں کو باپ کی بیوی ماننا نارمل ہے لیکن باپ کی دوسری بیوی کو ماں اور باپ کی بیوی سمجھنا بے حد مشکل ہے۔"

"ایسا نہیں ہے پاپا۔"

"ایسا ہی ہے۔ میں تمہاری عمر میں ہی اس حقیقت کو پا گیا تھا میں پورا قصہ سناتا ہوں۔ انہوں نے واسکٹ کی جیب میں الٹا سیدھا ہاتھ مار کر ٹشو نکال کے آنکھوں کی نمی کو پونچھنا چاہی۔

☆☆☆

"اشتیاق میرا ہم عمر ہمسایہ اور ہم جماعت بھی تھا۔ ہم دسویں جماعت میں تھے کہ اشتیاق کی امی فوت ہو گئیں۔ اشتیاق سب سے بڑا اور اس سے چھوٹے چار بہن بھائی مزید تھے۔ اس کے باپ نے بیوی کی وفات کے تین مہینے بعد شادی کر لی۔ اشتیاق ڈائریکٹ باپ سے کہہ نہیں پایا لیکن اس نے اپنے ہر انداز سے ظاہر کیا وہ باپ کے شادی کرنے کے خلاف ہے پر اس کے احساسات سمجھنے والا کوئی نہ تھا، یہاں تک کہ گھر سے بھاگنے کی کوشش بھی کی پر پکڑا گیا۔ ہم سب بھی اس کا مذاق بنایا کرتے تھے کہ

Scanned with CamScanner

digest library.com

تیرے باپ کی جوانی ختم نہیں ہو رہی باپ سے زیادہ لڑکا بنا پھرتا ہے۔ اس پر ستم یہ کہ چچی بتول کی جگہ لینے والی چچی ہرگز نہ تھی وہ جوان خاتون تھیں ہر وقت سنگھار کیے رکھتی اور تو اور چچا یونس نے بھی مونچھوں تک کو خضاب لگانا شروع کر دیا تھا۔ گاؤں میں ہم لڑکوں کے پاس چچا یونس کے طور اطوار نوٹ کرتے رہنے کی تفریح آ گئی، ہم چچا کو جج کرتے اور پھر اشتیاق کو ٹیز کرتے۔"

آصف اور جاذب دم بخود سن رہے تھے داؤد احمد مکمل ماضی میں اتر چکے تھے۔

"ایک دن ایسی ہی کوئی گھٹیا بات کر کے میں اسے ٹیز کر رہا تھا کہ اس نے مجھے مارنا شروع کر دیا ہماری لڑائی پر باقی لڑکوں نے شرطیں لگانی شروع کر دیں۔ اشتیاق کے اندرونی لاوے نے اس کی طاقت دوگنا کر دی تھی۔ وہ مجھے جان سے مار دیتا اگر سعود بھائی نہ آ جاتے۔ بھائی جان کو دیکھ کر باقی لڑکے بھاگ گئے۔ میری حالت دیکھ کر بھائی نے اسے ڈانٹا تو اس نے وہی بات بتا دی جو میں نے اسے کہی تھی۔ بھائی جان کا الٹے ہاتھ کا تھپڑ مجھے آج بھی یاد ہے جو انہوں نے مجھے مارا تھا۔

وہ اپنے دائیں جبڑے پر ہاتھ پھیرتے گویا خواب میں بول رہے تھے۔

"بھائی جان کی بدولت اس شام میری اور اشتیاق کی دوستی ہوئی تھی۔ بھائی جان نے تب ہمیں سمجھایا تھا شادی مذاق بنانے والا تعلق نہیں ہے۔ شادی سے بننے والا تعلق عبادت جیسا ہے۔" اس رشتے کی پاکیزگی کی گواہی تمام مقدس کتابیں دیتی ہیں اور یہ کہ ہم جب میچور عمر میں پہنچیں گے خود ہی سمجھ جائیں گے ابھی ہماری عقل اور دماغ محدود ہے۔ مجھے بھائی جان کی باتیں سمجھ میں آ گئیں لیکن اشتیاق کو نہ آ سکیں نہ دوسرے لڑکے اسے ٹیز کرنا چھوڑتے تھے۔ کبھی کبھی تو بڑی عمر کے مرد بھی اسے چھیڑ جاتے تھے۔ میں نے اسے اپنی تب تک کی سمجھ کے مطابق سمجھانے کی کوشش کی تو اس نے کہا تھا۔

"داؤد، مجھے ابو اور وہ عورت ساتھ بیٹھتے، کھاتے پیتے، باتیں کرتے اور پھر ایک ہی کمرے میں سوتے زہر لگتے ہیں۔" میں نے اسے کہا تھا۔

"وہ تمہاری ماں لگتی ہے۔" اس نے کہا۔

"وہ دونوں عاشق معشوق ہیں۔"

میں نے کہا" چچا نے مجبوری میں شادی کی ہے، گھر کا چولہا نہیں جل رہا تھا۔"

اس نے کہا۔ "نہیں ابو نے اپنی خاطر شادی کی ہے ان کا ٹھرک گھر کے چولہے سے زیادہ گرم ہے۔"

میرے پاس دلیلیں ختم ہو جاتیں ہم کتابیں سامنے رکھے چپ بیٹھے رہتے کہ اشتیاق کو پتا چلا اس کا نیا بہن بھائی آنے والا ہے اس نے مجھ سے پیسے ادھار مانگے۔ وہ گھر چھوڑ کر ایک بار پھر کراچی نکلنا چاہتا تھا تاکہ باپ اور باقی بہن بھائیوں کی شکل نہ دیکھ سکے۔ دوستی کا واسطہ دینے پر مجھے اسے پیسے بھی دینا پڑے اور باقی کے پیسے پورے کرنے کے لیے چوری گندم بھی بیچنا پڑی۔ میں نے ہی اسے سائیکل پر ٹرین کے اسٹاپ پر چھوڑا تھا۔ تب کراچی کے حالات بے حد مخدوش تھے لیکن پنجاب سے کراچی کا فاصلہ اس کے لیے بڑا پرکشش تھا۔ اشتیاق کے غائب کے چند ہی گھنٹوں بعد عقدہ کھل گیا۔ مجھ سے بھی تفتیش ہوئی۔ چچا یونس نے بہتی آنکھوں سے میرے سامنے ہاتھ جوڑے کہ میں بتا دوں اشتیاق کہاں ہے کس ٹرین میں بیٹھا ہے، کہاں جانے کا ارادہ ہے تاکہ اسی مطابق لائحہ عمل ترتیب دے کر اس کی بحفاظت واپسی ممکن بنائی جا سکے۔ سامنے بیٹھ کر رونے والا ادھیڑ عمر چچا یونس مجھے بہت ٹھرکی اور جنس پرست لگنے لگا تھا۔ اس لیے میں نے پروگرام کے مطابق ابو جی کے تھپڑ کھانے کے بعد بھی لاہور کا ہی بتایا۔ اگلے دس دن اشتیاق کو لاہور ڈھونڈا جاتا رہا وہ نہ ملا نہ ہی مجھے اس کا کراچی سے خط آیا۔ لاابالی عمر تھی کالج داخلہ ہونے پر میں اسے بھول ہی چکا تھا کہ چچا یونس کے گھر بیٹا ہوا اور ساتھ ہی کراچی سے ایک تشدد زدہ بوری بند لاش کی شناخت اشتیاق یونس علی کے طور پر کر لی گئی۔"

داؤد احمد اپنی آواز کی نمی پر قابو پانے کی کوشش

Scanned with CamScanner

کرنے لگے، میلی سی میز پر ستے سے چائے کے کپ جوں کے توں پڑے تھے۔ جاذب نے بے چین ہو کر باپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"اسے نفسیاتی توڑ پھوڑ کھا گئی اس کی نفسیاتی توڑ پھوڑ کا سبب اسی کے ہم عمر لڑکے تھے، ہم تھے میں تو اس کی حسرت زدہ موت کا بھی ذمہ دار ہوں اس کی مرنے کی عمر نہیں تھی یار۔ اور پھر جس طرح اسے مارا گیا۔"

داؤد احمد نے اس بار برسوں سے نوعمر اشتیاق کے لیے چوری بہا دیے جانے والے آنسو نوعمر بیٹے کے سامنے بہا دیے۔ آصفہ نے چپکے سے دوپٹے سے بے آواز بہتے آنسو صاف کیے۔

"جاذب میں اشتیاق کی بے وقت حسرت ناک موت میں کسی نہ کسی طرح حصے دار بنا ہوں۔ یہ احساس گناہ مجھے اندر سے مارنے کے لیے کافی ہے۔ دوسری شادی کر کے میں تمہیں کسی نفسیاتی پیچیدگی میں ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ میرے لیے ایک ہی اشتیاق کا ٹراما کافی ہے۔ اپنے بیٹے کی اذیت کا کیسے انتقام کر لیتا۔ لیکن جو ہوا وہ بھی اتنا شدید تھا کہ مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا۔ آصفہ آپ گاڑی میں جا سکتی ہیں مجھے پہلے خیال نہیں آیا ورنہ پہلے ہی کہہ دیتا۔"

"نہیں پاپا، مما کو ہمارے پاس ہی بیٹھنا چاہیے فیملی کا یہی مطلب ہوتا ہے۔ ویسے بھی کچھ باتیں ہیں جو میں آپ دونوں سے اکٹھے ہی کرنا چاہتا تھا پاپا، وقت بدل گیا ہے ہماری جنریشن آپ کی جنریشن سے زیادہ پروگریسیو ہے۔"

"شہزادے، آپ کی جنریشن ہم سے زیادہ بری طرح ٹرول کرتی ہے بس زبان بدلی ہے ورنہ تم لوگ بھی ہماری جنریشن کی طرح ہی بے سروپا مذاق اڑاتے ہو۔ زبان انگریزی ہونے کی وجہ سے ان باتوں کی سنگینی کم تو نہیں ہو جاتی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارے باپ کی وجہ سے تمہیں کوئی ٹرول کرے۔"

"مما کے بعد میں اتنا مضبوط ہو گیا ہوں کہ ہر شے own کرتا ہوں۔ مجھے انہیں مما کہنے میں تھوڑا سا وقت لگا ہے لیکن بلیوی میں نے پہلے دن سے ہی آپ کے رشتے کو تسلیم کر لیا تھا باقی مما کی پُرخلوص و بے لوث خدمت اور محبت نے مما کہنے پر مجبور کر دیا بلکہ اس سے بھی پہلے فری مجھے مجبور کر چکی تھی کہ میں اسے اپنی بہن مانوں۔" اس کی باتوں پر اب دھواں دھار رونے کی بار آصفہ کی تھی۔

"آپ میاں بیوی جتنا مرضی روئیں لیکن میں آپ دونوں کے سامنے ہرگز نہیں رونے والا۔" وہ خفا لہجے میں بولا تو آصفہ اور داؤد ہنس دیے۔

"خدا کبھی وہ وقت نہ لائے کہ ہم تمہیں روتا ہوا دیکھیں۔" آصفہ نے بے ساختہ دعا دی تو داؤد احمد نے "آمین" کہا۔

"مجھے آپ دونوں کے ہنسنے بولنے، اکٹھے بیٹھنے، ایک روم میں رہنے وغیرہ سے کوئی اعتراض نہیں ہے......" وہ کرسی دھکیل کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس کے دونوں ہاتھ میلی میز پر دھرے تھے۔

"پاپا، آپ ماضی کے تراما سے نکل آئیں۔ میں جانتا ہوں میرے پاپا بہت اسٹرونگ ہیں ماضی بھول سکتے ہیں یا مشکل کے تو میڈیکل ایڈ بھی لی جا سکتی ہے۔"

"مائی لارڈ، کوئی اور حکم؟" وہ بیٹے کے ناصحانہ انداز پر مسکرائے۔

"اور یہ کہ عدالت کے علاوہ گھر میں بھی بولنا سیکھیں۔ آج آپ کی جگہ مجھے بولنا پڑا۔"

اس کی بات پر آصفہ کو پاس بہتی نہر سنہری لگی۔ اس کی بیٹے پر مان بھری ہنسی بڑی دلفریب تھی۔

"میں اب اور کوئی حکم نہیں پوچھوں گا۔" داؤد احمد خشک ہوئے۔

"پر آخری بات میں پھر بھی بتاؤں گا کہ اگر میرا کوئی چھوٹا بہن بھائی آتا ہے تو میں اسے دل سے ویلکم کروں گا۔" شریر ہنسی میں اپنی بات کہہ کر وہ رکا نہیں تھا۔ اس کی شرارت میں بھی خود پر یقین تھا۔ وہ دونوں میاں بھی سر سے پیر تک آسودہ ہو گئے۔

پست حوصلے والے تیرا ساتھ کیا دیں گے
زندگی ادھر آ جا ہم تجھے گزاریں گے

☆☆